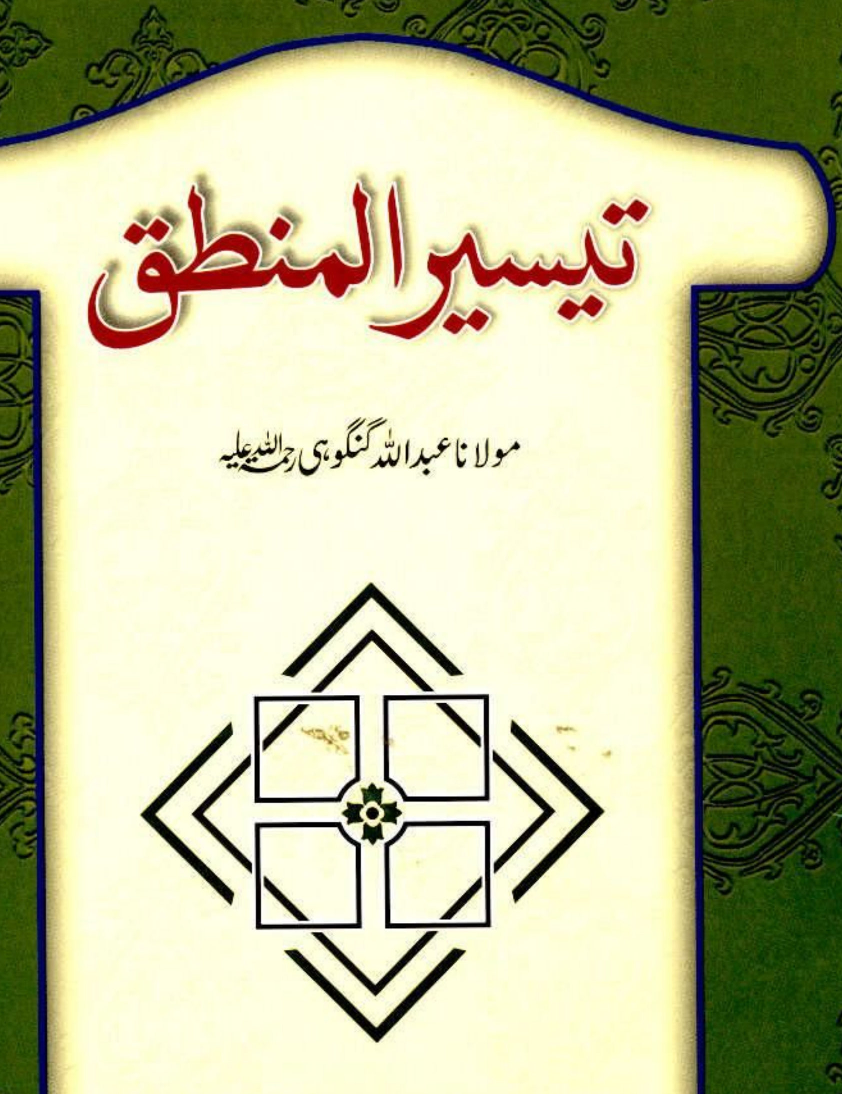
تیسیر المنطق

مولانا عبداللہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ



بحاشیہ قدیمہ '' تسییرالمنطق '' مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بحاشیہ جدیدہ '' تفسیرالمنطق '' مولانا جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۃ البشریٰ

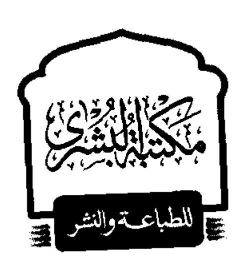
کراتشي - باکستان

تیسیر المنطق

مولانا عبداللہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

بحاشیہ قدیمہ ''تیسیر المنطق'' مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بحاشیہ جدیدہ ''تفسیر المنطق'' مولانا جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ



کتاب کا نام : تیسیر المنطق

مؤلف : مولانا عبداللہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

تعداد صفحات : ۵۶

قیمت برائے قارئین : ۲۰/-

سن اشاعت : ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء

ناشر : مکتبۃ البشریٰ

چوہدری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Z-3، اوورسیز بنگلوز، گلستان جوہر، کراچی۔ پاکستان

فون نمبر : +92-21-7740738

فیکس نمبر : +92-21-4023113

ویب سائٹ : www.ibnabbasaisha.edu.pk

ای میل : al-bushra@cyber.net.pk

ملنے کا پتہ : مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ پاکستان +92-321-2196170

مکتبۃ الحرمین، اُردو بازار، لاہور۔ پاکستان +92-321-4399313

المصباح، ۱۶ اُردو بازار لاہور 042-7124656-7223210

بک لینڈ، سٹی پلازہ کالج روڈ، راولپنڈی 051-5773341-5557926

دار الإخلاص، نزد قصّہ خوانی بازار پشاور 091-2567539

اور تمام مشہور کتب خانوں میں دستیاب ہے۔

فہرست مضامین

تصدیقات کی بحث

کلمات بابرکات بطور تقریظ وتصدیق از حضرت مولانا صدیق احمد انبہٹوی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی ریاست مالیر کوٹلہ وسرپرست تعلیم درجات ابتدائیہ، مدرسہ عالیہ عربیہ، دیوبند

ومدرسہ عالیہ عربیہ مظاہر علوم، سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلي علیٰ رسولہ الکریم

امابعد: واضح ہو کہ حضرت مولانا عبداللہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مدرس عربی مدرسہ اسلامیہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر نے رسالہ مسمّٰی تیسیر المنطق احقر کے پاس بھیجا، احقر نے بغور اس کو شروع سے اخیر تک دیکھا۔ تحریر کی مناسبت سے حضرت مولانا نے اس میں بعض مناسب اصلاحات بھی کی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ منطق ایک مشکل علم ہے خصوصاً طلبہ کو ابتدا میں بہت سے مسائل منطقیہ سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے بلکہ احقر کا خیال ہے کہ شروع کے چند رسائل میں طلبہ سمجھتے ہی نہیں یا کم سمجھتے ہیں۔ اب سے تیس چالیس سال پہلے طلبہ میں فارسی کی استعداد عمدہ ہوتی تھی اور فارسی پڑھے ہوئے طلبہ مدارس عربی میں آتے تھے، وہ تو بوجہ استعداد فارسی کچھ سمجھ جاتے تھے۔ اب سالہا سال سے طلبہ عربیہ ایسے آتے ہیں جن میں فارسی کی استعداد نہیں ہوتی۔

پس حضرت مولانا موصوف نے اس زمانہ کے طلبہ پر نہایت احسان فرمایا جو اردو کی سلیس عبارت میں مسائل منطقیہ کو واضح کر دیا کہ غیر فارسی داں بھی اس کے ذریعہ سے مسائل منطقیہ سمجھ سکتے ہیں۔ واقعی یہ کتاب ''تیسیر المنطق'' بہت ہی مفید واضح آسان عبارت میں تصنیف فرمائی ہے۔ جزاہ اللہ عنھا.

امید ہے کہ عموماً مبتدی طلبہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور مدرسینِ مدارس عربیہ طلبہ کو اس کے مسائل محفوظ فرمانے کی طرف متوجہ فرمائیں گے۔ اگر یہ رسالہ مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل ہو جائے تو احقر کے خیال میں بہت مفید ہوگا۔ اور اگر داخل نصاب نہ فرمایا جائے تو جب ابتدائی رسائل منطق پڑھائے جائیں انکے مضامینِ مشکلہ کو اس کے مطابق سمجھا کر یاد کرا دیا جائے تو موجب سہولت ہوگا۔

۲ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ حررہ: صدیق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد و الصلوٰۃ عرض ہے کہ اس زمانے میں عموماً طلبہ کی استعدادیں بہت کم ہوگئی ہیں، خصوصاً جو مضامین فہم سے تعلّق رکھتے ہیں ان کو کماحقہ نہیں سمجھتے اور یہ حالت ابتدائی درجوں سے انتہائی سلسلہ تک ہے۔ اس میں تو شک نہیں ہے کہ اس کا سبب ضعفِ فہم و استعداد ہے لیکن اگر ابتدائی کتب صرف ونحو ومنطق خوب سمجھا کر یاد کرادی جائیں تو اس ضعف کا بہت کچھ مداوا ہو جاتا ہے۔

ابتدائی علوم میں صرف ونحو سے تو طلبہ کو کچھ مناسبت ہوتی بھی ہے اور اس کو سمجھ جاتے ہیں لیکن منطق ایک ایسا علم ہے جس کا تعلّق صرف ذہن اور فہم سے ہے۔ اس لئے بہت کم اس سے مناسبت ہوتی ہے اور نو آموز طلبہ کچھ نہیں سمجھتے، کچھ استعداد کی کمی وہ بھی مشکل اصطلاحات میں اُلجھی ہوئی مزید فن بالکل نیا اور اس پر یہ اشکال کہ رسائل منطق سب غیر زبان کے، کہ فارسی میں ہیں یا عربی میں، اب بچوں کا فہم متحیر ہوتا ہے کہ زبان کا اشکال رفع کرے اور مبتدا وخبر وفاعل کو سمجھے یا مضامین کو محفوظ کرے۔

اس وجہ سے ضروری مسائلِ منطق اردو میں لکھے گئے اور ان کو رسالہ کی صورت میں لاکر ''تیسیر المنطق'' کے نام سے موسوم کیا گیا، اور چند ابتدائی طلبہ کو خود اس احقر نے پڑھایا تو نہایت مفید و نافع پایا کہ رسائل منطق فارسی وعربی کے اس کے ذریعہ سے بالکل سہل ہوگئے۔ لیکن بوجہ کم استعدادی و بے بضاعتی کے اس پر اعتبار نہ ہوا کہ جو کچھ لکھا گیا ہے صحیح ہو۔ اس لئے اس رسالہ کو تصحیح کے لئے مولانا صدیق احمد صاحب[1] مفتی ریاست مالیر کوٹلہ کی خدمت میں بھیجا۔ مولانا ممدوح نے اس ناچیز کی تحریر کو

---

[1] مولانا قصبہ انبہٹہ ضلع سہارنپور کے متوطن تھے، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مجاز بیعت تھے بڑی بڑی خصوصیتوں والے بزرگ تھے، درجہ ابتدائی کی تعلیم سے خاص تعلّق اور مہارت تامہ تھی، مدرسہ عالیہ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کے درجہ ابتدائی کے سرپرست تھے۔

پسند فرمایا اور احقر کی عزت افزائی فرمائی اور جابجا اس میں اصلاح وترمیم فرما کر آخر میں تصدیق وتقریظ کے طور پر چند کلمات بھی تحریر فرمائے، جو تبرکاً اس رسالہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

امید ہے کہ حضراتِ مدرسینِ مدارس عربیہ اس کو قبول فرما کر طلبہ کو اس کی طرف متوجہ فرمائیں گے اور جو کچھ غلطی وسہو اس میں پائیں تو احقر کو مطلع فرمائیں تا کہ اشاعت ثانی کے وقت اس کو درست کر دیا جائے۔

احقر

محمد عبداللہ گنگوہی

مدرس مدرسہ عربیہ کاندھلہ، مظفرنگر ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ یَسِّر وَلَا تُعَسِّر وَتَمِّم بِالخَیرِ

سبق اوّل

علم کی تعریف اور اسکی قسمیں

علم[۱]: کسی شئے کی صورت کا تمہارے ذہن میں آنا، جیسے: ''زید'' کسی نے بولا اور تمہارے ذہن میں اس کی صورت آئی، یہ زید کا علم ہے۔

علم کی دو قسمیں ہیں: تصور، تصدیق۔

تصدیق[۲]: یہ علم اس بات کا ہے کہ فلاں شئے[۳] ہے۔ جیسے کہ تم کو اس بات کا علم ہو کہ زید عمرو کے والد[۴] ہیں۔

---

[۱] جیسے آئینہ کے سامنے جب کوئی چیز آتی ہے تو اس چیز کی صورت نقش ہو جاتی ہے، اسی طرح ہمارے ذہن میں بھی ہر چیز کی ایک صورت نقش ہو جاتی ہے۔ مگر آئینہ میں تو دکھائی دینے والی چیزوں ہی کی صورت آتی ہے اور ذہن میں دکھائی جانے والی، چھوئی جانے والی، چکھی جانے والی، سنائی دینے والی، سونگھی جانے والی اور سمجھی جانے والی چیزوں اور باتوں کی صورت اور کیفیت بھی آجاتی ہے، یہی ہر چیز کا علم ہے۔ دیکھو: ہم ایک شخص کو دیکھ کر، اسکی آواز سن کر یہ کہتے ہیں کہ زید نہیں عمرو ہے، اسلیے کہ زید کے دیکھنے اور اسکی آواز سننے سے ہمارے ذہن میں جو صورت اور کیفیت آئی ہوئی تھی، وہ ایسی نہیں۔ ایسے ہی ناشپاتی کو دیکھ کر، چکھ کر، سونگھ کر، چھو کر ہم کہتے ہیں کہ یہ سیب نہیں، اس لئے کہ سیب کے دیکھنے، چکھنے، سونگھنے اور چھونے سے جو صورت اور کیفیت ذہن میں آئی ہوئی ہے وہ ایسی نہیں۔ اسی طرح کسی چیز کو میٹھا، کسی کو کھٹا، کسی کو سخت، کسی کو نرم، کسی کو سڑا ہوا، کسی کو خوشبودار وغیرہ وغیرہ، اسلیے کہتے ہیں کہ میٹھے، کھٹے کے چکھنے، سخت اور نرم کے چھونے سے، سڑے اور خوشبودار کے سونگھنے سے جو صورت اور کیفیت ذہن میں آئی ہوتی ہے، وہ ایسی ہے۔ غرض اس سے معلوم ہوا کہ دیکھنے، چھونے، چکھنے، سننے اور سونگھنے سے ذہن میں ایک صورت آجاتی ہے اسی طرح کسی بات کے سمجھنے سے بھی ایک صورت ذہن میں آتی ہے، یہی سب علم ہے۔

[۲] یعنی جملہ خبریہ ہو اور یقین ظاہر کرتا ہو۔

[۳] یا فلاں شئے نہیں ہے۔

[۴] زید عمرو کے والد نہیں ہیں۔

تصور[1]: وہ علم ہے جس میں اس قسم کا علم نہ ہو۔ جیسے: صرف زید کا علم، یا مثلاً: زید کا غلام۔

سوالات

ان مثالوں میں غور کرو اور بتاؤ کہ تصور کون ہے اور تصدیق کون؟

۱۔ زید کا گھوڑا؟ ۲۔ عمرو کی بیٹی؟ ۳۔ عمرو زید کا غلام ؟

۴۔ بکر خالد کا بیٹا ہوگا؟ ۵۔ سرد پانی ؟ ۶۔ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں؟

۷۔ جنّت حق ہے؟ ۸۔ دوزخ کا عذاب؟ ۹۔ قبر کا عذاب حق ہے؟

۱۰۔ مکّہ معظّمہ؟

سبق دوم

تصور و تصدیق کی قسمیں

تصور کی دو قسمیں ہیں: تصور بدیہی، تصور نظری۔

تصور بدیہی: ایسی شئے کا علم ہے کہ اس کی تعریف بتانے کی ضرورت نہ ہو اور بغیر تعریف کے سمجھ میں آجائے۔ جیسے: پانی، آگ، گرمی، سردی، کہ سنتے ہی یہ چیزیں ہماری سمجھ میں آجاتی ہیں جس کی تعریف کی ضرورت نہیں۔

تصور نظری: اس شئے کا علم ہے کہ بغیر تعریف کئے وہ ہماری سمجھ میں نہ آئے جیسے: اسم[2]، فعل، حرف، معرب، مبنی، جن، فرشتہ، بھوت، دیو وغیرہ۔

---

[1] ایک ہی چیز کا علم یعنی صورت ہو، جیسے: زید کی صورت یا دو تین چیزوں کی ہو اور ان میں نسبت نہ ہو جیسے: زید، عمرو، بکر، خالد وغیرہ کی صورت الگ الگ یا نسبت بھی ہو مگر تامہ نہ ہو جیسے زید کا غلام، اچھی ٹوپی، یا جملہ ہو مگر خبریہ نہ ہو، انشائیہ ہو، جیسے: لے یا خبریہ ہو مگر شک ہو جیسے: آیا ہوگا وغیرہ سب تصور ہے۔

[2] اسم: وہ کلمہ ہے جو بغیر کسی کے ملائے سمجھ میں آسکے اور اس میں کوئی زمانہ نہ پایا جائے۔ فعل: وہ کلمہ ہے جو بغیر کسی کے ملائے سمجھ میں آسکے اور اسمیں کوئی نہ کوئی زمانہ پایا جائے۔ حرف: وہ کلمہ ہے جو بغیر کسی کے ملائے سمجھ میں نہ آئے۔ معرب: وہ جسکا آخر عامل کے آنے سے بدلے۔ مبنی: وہ جسکا آخر عامل سے نہ بدلے۔ فرشتہ: وہ نور کا جسم ہے جو کئی شکلوں میں آسکے۔ (شرعی تعریف ص ۹ حاشیہ ۷ میں ہے)۔ جن: وہ آگ کا جسم جو کئی شکلوں میں آسکے۔ بھوت: وہ ڈراؤنی شکل جو اندھیرے میں دکھائی دے۔ دیو: وہ نر جن جو بہت لمبا چوڑا ہو۔ یہ انکی تعریفیں ہیں۔

تصدیق کی بھی اسی طرح دو قسمیں ہیں: تصدیق بدیہی، تصدیق نظری۔
تصدیق بدیہی: وہ تصدیق ہے جس کیلئے دلیل بتانے کی ضرورت نہ ہو۔ جیسے: دو چار کا آدھا اور ایک چار کا چوتھائی ہے۔
تصدیق نظری: وہ تصدیق ہے جس کیلئے دلیل بتانے کی ضرورت ہو۔ جیسے: پریاں[1] موجود ہیں۔ عالَم[2] بنانے والا اور تصرف[3] کرنے والا ایک ذات پاک ہے۔

سوالات

درج ذیل مثالوں میں بتاؤ کہ تصوّر و تصدیق کس قسم کا ہے؟

۱۔ پل صراط؟[4]　　۲۔ جنّت؟　　۳۔ قبر کا عذاب؟
۴۔ چاند؟　　۵۔ آسمان؟　　۶۔ دوزخ موجود ہے؟
۷۔ ترازو اعمال کا؟　　۸۔ جنّت کے خزانے؟　　۹۔ عمرو کا بیٹا کھڑا ہے؟
۱۰۔ کوثر جنّت کا حوض ہے؟　　۱۱۔ آفتاب روشن ہے؟

سبق سوم

نظر و فکر و منطق کی تعریف اور منطق کی غرض[5] و موضوع[6]

دو یا زیادہ تصور کو آپس میں ملا کر کسی نا معلوم تصور کو حاصل کرتے ہیں۔ جیسے:[7] مثلاً ہم کو

---

[1] اسکی دلیل یوں کہو کہ پری جن ہے اور جن موجود ہے تو پری موجود ہے۔　[2] کیونکہ دو تین ہوتے تو رائے کے خلاف سے فساد ہوتا اور فساد نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ دو تین نہیں ایک ہے۔　[3] ردّ و بدل۔
[4] دوزخ کے اوپر جنّت میں جانے کیلئے پُل۔　[5] جس کی وجہ سے بحث کی جائے۔
[6] جس کے حالات سے بحث کی جائے۔　[7] اس سے آسان یوں سمجھو کہ: ایک شخص نو مسلم نے فرشتہ کا نام سنا، وہ یہ نہیں جانتا کہ فرشتہ کیا چیز ہے؟ اس نے تم سے پوچھا، اب تم اس کو کیسے بتاؤ گے؟ سو تم کو معلوم ہوا کہ وہ جسم کے معنی جانتا ہے اور زندہ کے معنی بھی جانتا ہے اور نورانی کے معنی بھی جانتا ہے اور لطیف کے معنی بھی جانتا ہے (بقیہ صفحہ: ۱۰)

حیوان[1] کا علم ہے اور ناطق[2] کا، دونوں کو ملایا تو حیوان ناطق ہوا۔ ان دو تصوروں سے ہم کو انسان نامعلوم کا علم[3] ہو گیا اور ان دو تصوروں معلوم کو جن سے نامعلوم تصور کا علم ہوا ہے تعریف اور معرّف کہتے ہیں۔ اسی طرح دو تصدیق یا زیادہ کو ملا کر کسی نامعلوم تصدیق کو معلوم کرتے ہیں۔ جیسے:[4] ہم کو یہ بات معلوم ہے کہ انسان جاندار ہے اور یہ بھی علم ہے کہ ہر جاندار جسم والا ہے۔ ان دونوں باتوں کو ہم نے ملایا تو ہم کو اس بات کا علم ہوا کہ انسان جسم والا ہے اور ان دو تصدیق معلوم کو جن سے نامعلوم تصدیق حاصل کرتے ہیں، دلیل اور حجّت کہتے ہیں۔[5] اسطرح دو علموں یا زیادہ کو ملا کر کسی شئے نامعلوم کے معلوم کرنے[6] کو فکر اور نظر کہتے ہیں۔ کبھی اس ملانے اور ترتیب میں غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ ایسی غلطی کی اصلاح جس علم سے ہو، وہ منطق ہے۔ پس منطق: وہ علم ہے جس سے کسی شئے کی تعریف[7] اور دلیل بنانے میں خطا ہونے سے حفاظت ہو اور غرض: اس علم کی فکر اور غور[8] کا صحیح ہونا ہوا۔ اسکے بعد یہ سمجھو کہ جس شئے کے حالات سے کسی علم میں بحث ہو، وہ شئے اس علم کا موضوع ہے۔ منطق کا موضوع: وہ تعریفات[9] اور دلیلیں ہیں، جن سے نہ جانے[10] ہوئے تصور اور نہ جانی ہوئی تصدیق کا علم حاصل ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹) اور فرمانبرداری اور نافرمانی کے بھی معنی جانتا ہے، بس تم نے ان سب کو اس طرح ملایا کہ فرشتہ ایک ایسا جسم ہے جو زندگی رکھتا ہے اور لطیف و نورانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کرتا۔ بس ان تصوراتِ معلومہ کے ذریعہ سے ایک نامعلوم تصور یعنی فرشتہ کا مفہوم اس کو معلوم ہو گیا۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) ۱ جاندار۔ ۲ عقل والا۔

۳ کیونکہ انسان جاندار ہے اور عقل والا ہی ہے۔ ۴ اس سے آسان یوں سمجھو کہ ایک شخص نومسلم کو تم نے مسئلہ بتایا کہ سود لینا گناہ ہے اور وہ یہ بات نہیں جانتا، اس لئے وہ تم سے پوچھتا ہے کہ کیسے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ ہے؟ تم نے اس کو دو باتیں سمجھائیں۔ ایک بات یہ کہ اللہ تعالیٰ جس فعل کو بُرا کہے وہ گناہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ دیکھو: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سود لینے کو بُرا کہا ہے۔ بس ان دونوں تصدیق کے ملانے سے وہ تصدیق جو معلوم نہ تھی، اس کو معلوم ہو گئی کہ سود لینا گناہ ہے۔

۵ جس طرح حیوان اور ناطق کو اور ''انسان جاندار ہے'' اور ''ہر جاندار جسم ہے'' کو ملایا ہے اس طرح کہ ایک پہلے ہو ایک بعد میں اور مجموعہ واحد ہو جائے۔ ۶ هذا مذهب القدماء والمحققين من بعدهم وقال المتأخرون هو الترتيب.

۷ یعنی جانے ہوئے تصوروں اور تصدیقوں کو قاعدہ کے موافق ملانے میں۔ ۸ نظر یعنی جانے ہوؤں کا ملانا۔

۹ جانے ہوئے تصورات و تصدیقات۔ ۱۰ یعنی وضع کرنے سے اور وضع کی تعریف آگے ہے۔

سوالات

۱۔ نظر اور فکر کی تعریف کرو؟　۲۔ منطق کی تعریف کرو؟　۳۔ منطق کی غرض کیا ہے؟
۴۔ موضوع کسے کہتے ہیں؟　۵۔ منطق کا موضوع کیا ہے؟

سبق چہارم

دلالت[1] ووضع اور دلالت کی قسمیں

دلالت: کسی شئے کا خود بخود[2] قدرتی طور سے یا کسی کے مقرر[3] کرنے سے ایسا ہونا کہ اسکے جاننے سے دوسری چیز نامعلوم کا علم ہو جائے۔ پہلی شئے کو جس سے علم ہوا ہے، دال اور دوسری چیز کو جسکا علم ہوا، مدلول کہتے ہیں۔ جیسے: دھوئیں کو جب ہم دیکھیں: تو اس سے آگ کا علم ہم کو ضرور ہوگا۔ پس دھواں دال اور آگ مدلول اور دھوئیں کا اس طور پر ہونا کہ اس کے علم سے آگ کا علم ہوتا ہے دلالت ہے۔

وضع: ایک شئے کا دوسری شئے کے ساتھ خاص کر دینا یا دوسری شئے کیلئے مقرر کر دینا کہ پہلی شئے کے علم سے دوسری شئے کا علم ہو جائے۔ شئے اوّل[4] کو موضوع اور دوسری شئے کو جس کا علم[5] ہوا ہے، موضوع لہ کہتے ہیں۔ جیسے: لفظ چاقو کو مجموعہ دستہ اور پھل[6] کیلئے مقرر کر دیا[7] گیا کہ جب لفظ

---

[1] تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ ذہن میں ہر چیز کی صورت آجاتی ہے، جسے علم کہتے ہیں۔ پھر اگر وہ صورت جملہ خبریہ یقینی کی صورت ہو تو تصدیق ہوگا، ورنہ تصور حتمی۔ اب ان صورتوں کو ہم کو سمجھنے کیلئے لفظوں، اشاروں اور علامتوں وغیرہ کی ضرورت ہے، پھر ان چیزوں کا ایسا ہونا کہ ان کے جاننے سے وہ صورتیں معلوم ہو جائیں یہ دلالت ہے۔　[2] جیسے آواز سننے سے بولنے والے کا علم ہوتا ہے اور مقرر کرنے سے، مثلاً نام سے نام والے کا علم۔　[3] یعنی اصطلاح ٹھہرا لینے سے۔

[4] یعنی جس کسی کو خاص یا مقرر کیا ہے۔　[5] یعنی جس کیلئے خاص یا مقرر کیا ہے۔

[6] چاقو کا اگلا حصہ جس سے کاٹا جاتا ہے۔　[7] یعنی اہل لغت نے مقرر کر دیا۔

چاقو ہمارے کان میں پڑتا ہے[۱] تو فوراً دستہ اور اس کا پھل ہی ہماری سمجھ میں آتا ہے اور دوسری چیز نہیں آتی۔ چاقو موضوع ہے اور وہ دستہ[۲] وغیرہ موضوع لہ ہے اور اس طرح مقرر کر دینا اور خاص کرنا وضع ہے۔

دلالت کی دو قسمیں ہیں: دلالت لفظیہ، دلالت غیر لفظیہ۔

دلالت لفظیہ: وہ دلالت[۳] ہے جس میں دال کوئی لفظ ہو۔ جیسے: زید[۴] کی دلالت اسکی ذات پر۔

دلالت غیر لفظیہ: وہ دلالت ہے کہ جس میں دال لفظ نہ ہو۔ جیسے: دھوئیں کی دلالت آگ پر۔

دلالت لفظیہ کی تین قسمیں ہیں: لفظیہ وضعیہ، لفظیہ طبعیہ، لفظیہ عقلیہ۔

دلالت لفظیہ وضعیہ: وہ دلالت ہے کہ دال اس میں لفظ ہو اور دلالت وضع[۵] کی وجہ سے ہو۔ جیسے لفظ زید کی دلالت زید کی ذات پر، اگر لفظ زید ذات کیلئے موضوع نہ ہوتا، تو دلالت نہ ہوتی۔

دلالت لفظیہ طبعیہ: وہ دلالت ہے کہ دال اس میں لفظ ہو اور دلالت بوجہ طبیعت[۶] کے اقتضا کے ہو۔ جیسے: آہ آہ کی دلالت کسی رنج وصدمہ پر کہ تمہاری طبیعت رنج وصدمہ کے وقت اس لفظ کے بولنے پر مقتضی[۷] ہے۔

دلالت لفظیہ عقلیہ: وہ دلالت ہے کہ دال اس میں لفظ ہو اور دلالت بوجہ عقل[۸] کے اقتضا ہو۔

---

[۱] یعنی جبکہ اس لغت کو ہم جانتے ہیں۔ [۲] یعنی پھل۔ [۳] دلالت کی تعریف کو ذہن میں رکھ کر تعریف کو سمجھو: یعنی کسی چیز کا ایسا ہونا کہ اس سے دوسری چیز سمجھی جائے اور پہلی چیز لفظ ہو تو دلالت لفظیہ ہے اور ایسے ہی سب دلالتوں کی تعریف کہو۔ [۴] یعنی لفظ زید کی۔ [۵] یعنی لفظ سے اس کا مدلول اس وجہ سے سمجھ میں آتا ہو کہ مقرر کرنیوالوں نے اس لفظ کو اس کے لئے مقرر کرلیا ہے، جیسے یہ نام رکھ لیا۔ [۶] یعنی طبیعت یہ چاہتی ہے کہ جب اس میں یہ مدلول پایا جائے تو زبان پر یہ دال لفظ آجائیں کہ جب رنج ہو تو زبان پر آہ آہ آئے پھر آہ آہ رنج پر دلالت کرے گا۔
[۷] تو جو شخص یہ لفظ ہم سے سنے گا یہ کہے گا کہ ہم کو کچھ رنج ہے۔ [۸] یعنی صرف عقل اس کو چاہے۔ اس طرح کہ یہ کسی اور چیز کا اثر ہو۔ جیسے: آواز بولنے والے کا اثر ہے۔

جیسے: دلالت لفظ دیز[۱] کی جو دیوار کے پیچھے سے سنا جائے بولنے[۲] والے کے وجود پر۔
اسی طرح دلالت غیر لفظیہ کی بھی تین قسمیں ہیں: غیر لفظیہ وضعیہ، غیر لفظیہ طبعیہ، غیر لفظیہ عقلیہ۔
دلالت غیر لفظیہ وضعیہ: وہ دلالت ہے کہ دال اس میں لفظ نہ ہو اور دلالت بوجہ وضع کے ہو۔
جیسے: لکھے ہوئے حروف[۳] کی دلالت حروف پر، جیسے: مثلاً ''زید''، یہ نقوش[۴] لفظ زید پر دلالت کرتے ہیں۔
دلالت غیر لفظیہ طبعیہ: وہ دلالت ہے کہ دال لفظ نہ ہو اور دلالت بوجہ طبیعت کے اقتضا کے ہو۔
جیسے: گھوڑے کا ہنہنانا دلالت کرتا ہے گھاس دانہ کی طلب پر۔
دلالت غیر لفظیہ عقلیہ: وہ دلالت ہے کہ دال لفظ نہ ہو اور دلالت بوجہ عقل کے ہو۔
جیسے: دھوئیں کی دلالت آگ پر۔ یہ کل چھ قسمیں دلالت کی ہوئیں۔ ان کو خوب یاد کرلو۔

سوالات

۱۔ دلالت کی تعریف کرو؟　۲۔ وضع کی تعریف کرو؟　۳۔ دلالت لفظیہ وغیر لفظیہ کی تعریف اور ان دونوں کی قسمیں بیان کرو؟

امثلہ[۵] ذیل میں غور کر کے بتاؤ کہ کونسی دلالت ہے؟ اور یہ بھی بتاؤ کہ دال کون ہے، اور مدلول کون ہے؟

۱۔[۶] سر کا ہلانا، ہاں یا نہیں؟　۲۔ سرخ جھنڈی، ریل کا ٹھہرانا؟
۳۔ تار کے کھٹکے کی آواز، تار کا مضمون؟　۴۔ لفظ قلم، تختی، مدرسہ، زید، انسان؟
۵۔ دھوپ؟　۶۔ آہ، اوہ، اوہ؟

---

۱ ایک بے معنی لفظ ہے۔　۲ یعنی کان سے سننے والا اپنی عقل سے معلوم کرلیتا ہے کہ کوئی بولنے والا ضرور ہے۔
۳ یعنی حروف کے نقش جو کاغذ پر بنے ہوئے ہیں اور حروف وہ ہیں جو زبان سے نکلتے ہیں تو ان نقشوں سے لفظ سمجھے گئے۔
۴ جسے زبان سے کہتے ہیں۔　۵ یہ سب دال ہیں انکے مدلول بھی تم ہی بتاؤ۔
۶ ۱، ۲، ۳ میں پہلا کلمہ دال ہے اور دوسرا جو نشان کے بعد ہے مدلول ہے۔

سبق پنجم

دلالت لفظیہ[1] وضعیہ کی قسمیں

دلالت لفظیہ وضعیہ کی تین قسمیں ہیں: **دلالت مطابقت، دلالت تضمّن، دلالت التزام۔**

دلالت[2] مطابقت: **وہ دلالت لفظیہ ہے کہ لفظ اپنے پورے موضوع لہ پر دلالت[3] کرے۔ جیسے: انسان کی دلالت مجموعہ حیوان ناطق پر۔**

دلالت تضمّن: **یہ ہے کہ لفظ اپنے موضوع لہ کے جزو پر دلالت[4] کرے۔ جیسے: انسان کی دلالت حیوان پر یا ناطق پر۔**

دلالت التزام: **یہ ہے کہ لفظ اپنے موضوع لہ کے لازم[5] پر دلالت کرے۔ جیسے: انسان کی دلالت قابلیت علم پر۔**

---

[1] چونکہ اور دلالتوں سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچتا اور لفظیہ وضعیہ سے فائدہ سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے اسی کو بیان کیا گیا ہے۔　　[2] اس میں قدرے شرح کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ انسان کے پورے معنی ٹھہرائے گئے ہیں کہ ایک جاندار عقل رکھنے والا، حیوان ناطق کا یہی مطلب ہے۔ اور یہ بھی ظاہر بات ہے کہ اس پورے معنی کے دو جزء ہیں یعنی حیوان اور ناطق۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب کسی مجموعہ کا علم ہوتا ہے، اس کے اجزاء کا بھی علم ہوتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب کسی انسان کو انسان کے ناطق یعنی عاقل ہونے کا علم ہوگا، وہ ضرور یہ بھی سمجھے گا کہ جن علوم کے حاصل کرنے کیلئے عقل کافی ہے، انسان ان علوم کے حاصل کرنیکی ضرور قابلیت رکھتا ہے۔ پس قابلیت علومِ خاصہ کی مفہوم انسان کے لوازم میں سے ہوئی۔ اور یہ بھی ضروری بات ہے کہ جب کسی شئے کا علم ہوتا ہے تو اس کے لازم کا بھی ضرور ہوتا ہے اب سمجھو کہ لفظ انسان موضوع ہوا اور حیوان ناطق کا مجموعہ اس کا موضوع لہ، حیوان اور ناطق اس کے جزو ہوئے اور قابلیت علوم اس موضوع لہ کا لازم ہو۔ پس جس وقت لفظ انسان بول کر حیوان ناطق مراد لیا جاتا ہے اس کی دلالت مجموعہ حیوان ناطق پر بھی ہوئی اور صرف ناطق اور قابل علوم خاصہ پر بھی ہوئی۔ مگر اتنا فرق ہے کہ مجموعہ حیوان ناطق پر قصداً ہوئی اور صرف حیوان اور صرف ناطق اور قابل علوم خاصہ پر بلا قصد ہوئی۔ سو اس مجموعہ پر قصداً دلالت مطابقت ہے اور ایک ایک جزء پر بلا قصد دلالت تضمّن ہے اور لازم پر بلا قصد التزام ہے۔ استاد سے خوب سمجھ لینا چاہیے۔　　[3] یعنی اس سے پورا موضوع لہ سمجھا جائے اور پورا ہی سمجھنا مقصود ہو۔

[4] یعنی جزو سمجھا جائے، مگر مقصود ہو پورا، اور جزو اس واسطے بلا قصد سمجھا جاتا ہو کہ پورا سمجھنا بدونِ جزو کے نہیں ہوسکتا۔

[5] یعنی لازم بھی سمجھا جاتا ہو بلا قصد کے اور مقصود موضوع لہ ہی ہو۔ مثال صفحہ ۱۲ کے حاشیہ ۶ میں سمجھ لیں۔

سوالات

اشیاء ذیل میں دال اور مدلول لکھے جاتے ہیں۔ ان میں دلالت کی قسمیں بتاؤ؟

۱۔ نابینا[۱]، آنکھ؟　۲۔ لنگڑا، ٹانگ؟　۳۔ درخت، شاخیں؟　۴۔ نکٹا، ناک؟

۵۔ ہدایہ، کتاب الصّوم؟　۶۔ ہدایۃ النّحو، مقصدِ اول؟　۷۔ چاقو، اس کا دستہ؟

سبق ششم

مفرد و مرکب

مفرد: وہ لفظ ہے کہ اس کے جزء سے اس کے معنی کے جزء پر دلالت کا قصد نہ ہو۔ جیسے: لفظ زید کہ اس کے جزء سے، مثلاً ''ز'' سے اس کے معنی کے جزء پر دلالت کا ارادہ نہیں بلکہ دلالت ہی نہیں۔

مفرد کی چار قسمیں ہیں: اول: اس لفظ کا جزء نہ ہو۔ جیسے: لفظ ''کہ'' اردو[۲] میں۔ دوم: لفظ کا جزء ہو مگر وہ معنی دار نہ ہو۔ جیسے: انسان کے ''الف'' و ''نون'' و ''س'' کے کچھ معنی نہیں۔ سوم: لفظ کا جزء ہو اور معنی دار بھی ہو لیکن جو معنی تم کو مقصود ہیں ان پر دلالت نہ کرتا ہو۔ جیسے: لفظ عبداللہ کسی کا نام ہو تو عبد[۳] اور اللہ اس کے معنی دار جزء ہیں لیکن جس شخص کا یہ نام ہے اس کے جزء پر دلالت نہیں کرتے۔ چہارم: لفظ کے جزء معنی دار ہوں اور جو معنی تم کو مقصود ہیں اس کے اجزا پر بھی دلالت کریں لیکن اس دلالت کا تم نے ارادہ نہیں کیا۔ جیسے: حیوان[۴] ناطق کسی شخص کا نام رکھ دیں تو معنی مقصود کے اجزا پر اس کے جزء دلالت کرتے ہیں مگر نام رکھنے کی حالت میں تم کو یہ دلالت مراد نہیں۔

---

[۱] ان مثالوں میں پہلا کلمہ دال اور دوسرا مدلول ہے۔　[۲] اس میں جو ''ہا'' ہے وہ حرف کسرہ ظاہر کرنے کیلئے ہے اور اصل لفظ ''ک'' ہی ہے۔　[۳] بندہ اور اللہ یعنی وہ ذات جو تمام کمال کی صفتوں کی جامع ہے۔

[۴] کیونکہ جس آدمی کا نام ہے وہ حیوان ناطق ہی ہے مگر خاص خاص حالتوں کیساتھ ہے تو موضوع لہ بھی حیوان ناطق مع خاص حالتوں کے ہوا، اور موضوع بھی حیوان ناطق ہے تو حیوان کی حیوان پر اور ناطق کی ناطق پر دلالت ہوئی، مگر نام میں یہ مراد نہیں ہوا کرتی۔

مرکّب: وہ لفظ ہے کہ اسکے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کا ارادہ کیا جائے۔ جیسے: زید کھڑا ہے کہ یہ ایسا لفظ [1] ہے اسکے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کا ارادہ کیا گیا۔

سوالات

ان مثالوں میں بتاؤ کہ کونسا لفظ مفرد ہے کونسا مرکب؟

احمد؟　مظفر نگر؟　اسلام آباد؟　عبدالرحمٰن؟　ظہر کی نماز؟

رمضان کا روزہ؟　ماہِ رمضان؟　جامع مسجد؟　دہلی کی جامع مسجد اللہ کا گھر ہے؟[2]

سبق ہفتم

کلّی وجزئی کی بحث

مفہوم (یعنی جو شئے ذہن میں آتی ہے) کی دو قسمیں ہیں: کلّی، جزئی۔

کلّی: وہ مفہوم ہے کہ اس میں شرکت ہو سکے۔ یعنی کئی چیزوں پر صادق آئے۔[3] جیسے: آدمی کہ زید، عَمرو، بکر وغیرہ۔ اِن سب کو آدمی کہنا صحیح ہے، کلّی جن چیزوں پر بولی جاتی ہے وہ اس کے جزئیات وافراد کہلاتے ہیں۔ جیسے: آدمی کے افراد وجزئیات زید، عَمرو، بکر وغیرہ ہیں اور حیوان کے جزئیات انسان، بکری، بیل وغیرہ ہیں۔

جزئی: وہ مفہوم ہے کہ اس میں شرکت نہ ہو سکے[4]، یعنی ایک شئے معین پر صادق آئے۔ جیسے: زید کہ ایک خاص شخص کا نام ہے۔

---

[1] کیونکہ اس عبارت کے کئی جزء ہیں اور اس عبارت کے معنی کے بھی کئی جزء ہیں اور عبارت کے ایک ایک جزء سے معنی کے ایک ایک جزء پر دلالت کرنا مقصود بھی ہے۔　[2] انکے موضوع لہ بھی بتاؤ؟

[3] یعنی صادق آنے کا احتمال ہو، چاہے صادق آئے چاہے نہ آئے۔ جیسے: سونے کا پہاڑ ایک کلی ہے کہ کئی پر صادق آ سکتا ہے مگر چونکہ اس کا وجود نہیں اس لئے صادق کسی پر نہیں آتا۔

[4] یعنی کئی چیزوں پر بولے جانے کا احتمال ہی نہ ہو۔ جیسے: زید اور یہ گھوڑا وغیرہ۔

سوالات

مندرجہ[1] ذیل اشیاء میں غور کر کے بتاؤ کہ کون کلّی ہے اور کون جزئی؟

گھوڑا؟ بکری؟ میری بکری؟ زید کا غلام؟ سورج؟ یہ سورج؟ آسمان؟ یہ آسمان؟ سفید چادر؟ سیاہ کرتا؟ ستارہ؟ دیوار؟ یہ مسجد؟ یہ پانی؟ میرا قلم؟

سبق ہشتم

حقیقت و ماہیت شئے کی بحث اور کلّی کی قسمیں

حقیقت یا ماہیت[2]: کسی شئے کی وہ چیزیں ہیں جن[3] سے وہ شئے مل کر بنے، اگر ان میں سے ایک چیز نہ ہو تو وہ شئے موجود نہ ہو۔ جیسے: مثلاً انسان ہے اسکی حقیقت حیوان ناطق ہے اور جو چیزیں حقیقت کے سوا ہیں وہ عوارض کہلاتے ہیں۔ جیسے: انسانوں میں کالا، گورا، عالم یا جاہل ہونا عوارض ہیں کہ ان پر انسان کا وجود[4] موقوف نہیں۔

کلّی کی دو قسمیں ہیں: کلّی ذاتی، کلّی عرضی۔

کلّی ذاتی: وہ کلّی ہے کہ جو اپنی جزئیات کی پوری حقیقت ہو یا پوری حقیقت نہ ہو، لیکن اس کا

---

[1] ایک ضروری بات یہ سمجھو کہ کلّی کبھی اسم اشارہ لانے سے، کبھی جزئی کی طرف مضاف کرنے سے، کبھی منادیٰ بنانے سے وغیرہ وغیرہ صورت میں ایک کیلئے خاص ہو جاتی ہے تو اس وقت جزئی بن جاتی ہے۔ [2] **بناء على ترادفها في بعض الاختلاف وفي الأكثر يفرق بينهما باعتبار الوجود في الحقيقة والمراد بالشيء الذي أضيف إليه الماهية. والحقيقة هو المركّب باعتبار المقام وإلا فالماهية عامة للبسيط والمركّب.** (ترجمہ صفحہ: ۵۱ کے حاشیہ پر)

[3] یعنی جن کے آپس میں ملنے سے وہ چیز بن جائے کہ سب مل جائیں تو چیز بن جائے، اور ایک بھی نہ ہو تو نہ بنے۔ جیسے صرف حیوان سے جبکہ اس کے ساتھ ناطق نہ ہو اور ایسے ہی صرف ناطق سے جبکہ اس کے ساتھ حیوان نہ ہو انسان کی حقیقت نہیں بن سکتی یعنی انسان نہیں بن سکتا اور دونوں مل جائیں تو انسان بن جائے۔

[4] یعنی ان سے انسان نہیں بنا اگرچہ بغیر ان میں سے کسی ایک بات کے پایا بھی نہ جائے۔

ایک جزء ہو۔ اول کی مثال: جیسے انسان کی اپنی جزئیات، یعنی زید، عمرو و بکر کی عین حقیقت [۱] ہے اور دوسرے کی مثال حیوان ہے۔ کہ اپنی جزئیات یعنی انسان، بکری، بیل کی حقیقت کا جزء [۲] ہے۔

کلّی عرضی: وہ کلّی ہے کہ جو اپنی جزئیات کی نہ پوری حقیقت ہو اور نہ حقیقت کا جزء ہو بلکہ حقیقت سے خارج ہو، جیسے: ضاحک انسان کیلئے نہ حقیقت [۳] ہے اور نہ حقیقت کا جزء ہے۔

سوالات

اشیاء ذیل میں سمجھو کہ کون کلّی کس کیلئے ذاتی و عرضی ہے؟

جسم نامی؟ [۴] درخت انار؟ میٹھا انار؟ سرخ انار؟ حیوان؟ فرس؟ [۵] قوی گھوڑا؟ کشادہ مسجد؟ جسم؟ پتھر؟ سخت پتھر؟ لوہا؟ چاقو؟ تیز چاقو؟ تلوار؟ تیز تلوار؟

سبق نہم

ذاتی اور عرضی کی قسمیں

ذاتی کی تین قسمیں ہیں: جنس، نوع، فصل

جنس: وہ کلّی ذاتی ہے جو ایسی جزئیات پر بولی جائے کہ ان جزئیات کی حقیقتیں الگ الگ ہوں۔ جیسے: حیوان کہ اسکی جزئیات انسان [۶] وبقر وغنم کی حقیقت جدا جدا ہے۔

---

۱ کیونکہ زید و عمرو کی حقیقت حیوان ناطق ہے اور یہی بعینہ انسان کے معنی ہیں۔ ۲ کیونکہ مثلاً بیل کی حقیقت حیوان ذوخوار اور بکری کی حیوان ذو رُغا ہے، اور حیوان ان کا جزء ہے۔ ۳ کیونکہ پوری حقیقت تو حیوان ناطق ہے اور ضاحک کے معنی اس کے پورے کے معنی ہیں نہ اس کے جزء کے، بلکہ ہنسنے والے ہیں۔ ۴ بڑھنے والا جسم۔

۵ گھوڑا، فرس کی حقیقت حیوان صاہل (ہنہنانے والا) ہے۔ انسان کی حیوان ناطق اور حیوان کی جسم نامی متحرک بالارادہ ہے اور جسم کی جوہر قابل ابعاد ثلاثہ (لمبائی، چوڑائی اور گہرائی قبول کرنیوالا)۔

۶ انسان کی حقیقت حیوان ناطق، بقر یعنی گائے، بیل کی حیوان ذوخوار اور غنم یعنی بکری کی حیوان ذو رغا۔

نوع: وہ کلّی ذاتی ہے جو ایسی جزئیات پر بولی جائے کہ ان جزئیات کی حقیقت ایک ہو۔ جیسے: انسان کہ زید، عمرو، بکر وغیرہ کی نوع ہے اور ان کی حقیقت ایک ہے۔

فصل: وہ کلّی ذاتی ہے جو ایسی جزئیات پر بولی جائے کہ ان کی حقیقت ایک ہو اور دوسری حقیقتوں سے[1] اس حقیقت کو جدا کرے۔ جیسے: ناطق انسان کا فصل ہے کہ زید، عمرو و بکر پر بولا جاتا ہے اور ان کی حقیقت یعنی انسان کو دیگر حقائق مثلاً بقر و غنم وغیرہ سے جدا[2] کرتا ہے۔

کلّی عرضی کی دو قسمیں ہیں: خاصّہ، عرض عام۔

خاصّہ: وہ کلّی عرضی ہے جو ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہو۔ جیسے: ضاحک انسان کا خاصّہ[3] ہے اور زید، عمرو، بکر (کہ جن کی حقیقت ایک ہے) کے ساتھ خاص[4] ہے۔

عرض عام: وہ کلّی عرضی ہے جو چند مختلف افراد کی حقیقتوں پر صادق آئے۔ جیسے: ماشی (پاؤں سے چلنے والا) انسان و بقر وغیرہ کا عرض[5] عام ہے اور انسان کی حقیقت اور ہے اور بقر کی دوسری ہے۔

پس کلّی کی خواہ وہ ذاتی ہو یا عرضی پانچ قسمیں ہیں: جنس، نوع، فصل، خاصّہ، عرض عام۔

سوالات

امثلہ ذیل میں دو دو شئے لکھی ہیں۔ ان میں غور کر کے یہ بتاؤ کہ اول شئے دوسری شئے کیلئے جنس ہے، یا نوع، یا فصل، یا خاصّہ، یا عرض عام؟

۱۔ حیوان، فرس؟　　۲۔ جسم نامی (بڑھنے والا جسم)، شجر انار؟　　۳۔ حیوان حسّاس؟

---

[1] یعنی ان جزئیات و افراد کی حقیقت کو جنس میں شریک حقیقتوں سے جدا کرے۔　[2] کیونکہ زید، عمرو، بکر کی حقیقت انسان ہے، جس کے معنی حیوان ناطق ہیں۔ اگر اس میں ناطق نہ ہو تو صرف حیوان رہ جاتا ہے اور حیوان ہونے میں بقر و غنم وغیرہ سب شریک تھے۔ ناطق نے ان سے انسان کو الگ کر دیا۔　[3] یعنی بمقابلہ فرس، بقر، غنم وغیرہ پس اس میں جن کے وجود ضحک کا انکار نہیں۔　[4] اور ان کی حقیقت یعنی حیوان ناطق سے خارج بھی ہے اس لئے عرضی اور خاصّہ ہوئی۔　[5] اور ان کی حقیقتوں سے خارج بھی ہے ان کی حقیقتیں جنس کی تعریف کے حاشیہ میں دیکھئے صفحہ: ۱۸۔

۴۔ فرس صاہل؟[۱] ۵۔ انسانِ کاتب؟ ۶۔ انسانِ قائم؟ ۷۔ جسمِ مطلق، فرس؟
۸۔ غنمِ ماشی؟ ۹۔ حمارِ، ناہق؟ ۱۰۔ انسانِ ہندی؟

سبق دہم

اصطلاح ''ماھو'' کا بیان

جاننا چاہیئے کہ اہل منطق نے یہ اصطلاح مقرر کی ہے اور نیز محاورہ[۲] بھی ہے کہ لفظ ماھو (کیا ہے وہ؟) سے کسی شئے کی حقیقت کا سوال کرتے ہیں۔ جیسے: کہیں **الإنسان ماھو؟** (انسان کیا ہے؟) تو مطلب اس کا یہ ہے کہ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ اگر ''ماھو'' سے سوال ایک شئے کو لے کر کیا تو مطلب یہ ہوگا کہ اسکی وہ حقیقت جو اسکے ساتھ مخصوص ہے بیان کرو اور جواب میں حقیقتِ مخصوصہ آئے گی۔ جیسے: کہیں کہ الإنسان ماھو؟ تو جواب اس کا ہے: حیوانِ ناطق، اس لئے کہ یہی اسکی حقیقتِ مختصہ ہے۔ اور اگر دو شئے یا زیادہ کو لیکر سوال کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقت بتاؤ جو ان سب میں تمام مشترک ہے یعنی وہ مشترک جزء[۳] بتاؤ کہ جس قدر اجزا ان چیزوں میں مشترک ہیں، وہ سب اس میں آجائیں، کوئی مشترک اس سے باہر نہ ہو۔ جیسے: یوں پوچھیں **الإنسان والبقر والغنم ماھم؟** (انسان اور بیل اور بکری کیا ہیں؟) تو جواب میں حیوان آئے گا جسم نہ آئے گا اس لئے کہ حیوان ہی ان کی پوری حقیقت مشترکہ ہے اور جسم تمامِ مشترک نہیں ہے۔ اس لئے کہ حیوان[۴] میں سب مشترک اجزا آگئے اور جسم میں نہیں[۵] آئے۔ اور اگر ان کے ساتھ کسی درخت مثلاً درختِ انار کو شامل کرلیں، تو جواب جسم نامی (جسم بڑھنے والا) ہوگا۔ اس لئے کہ اس وقت یہی تمام مشترک ہے اور اگر پتھر بھی ان کے ساتھ ملایا جائے اور سوال یہ کیا جائے کہ **الإنسان والبقر**

[۱] ہنہنانے والا۔ [۲] یعنی اکثر۔ [۳] اسی جزء کو تمام مشترک کہتے ہیں۔ [۴] کیونکہ جو جزء ان میں مشترک ہیں وہ جسم، نامی، حساس، متحرک، بالارادہ ہیں، اور حیوان ان سب کے مجموعہ کا نام ہے۔ [۵] کیونکہ بعضے اجزا مشترک انسان، بکری وگائے میں یہ بھی ہیں۔ نامی، حساس، متحرک بالارادہ اور یہ جسم میں نہیں آئے۔

و شجرة الرمان والحجر ماهي؟ (انسان، بیل، درخت، انار اور پتھر کیا ہیں؟) تو جواب[1] جسم ہوگا اس لئے کہ یہی انکی تمام حقیقت مشترکہ ہے۔

سوالات

اشیاء ذیل جو یکجا یا علیحدہ علیحدہ لکھی گئی ہیں ان کے جواب بتاؤ؟

۱۔ فرس و انسان؟ ۲۔ فرس، غنم؟ ۳۔ درخت انگور و حجر؟ ۴۔ آسمان و زمین، زید؟
۵۔ شمس و قمر و درختِ انبہ؟ ۶۔ مکھی، چڑیا، گدھا؟ ۷۔ انسان؟ ۸۔ فرس؟
۹۔ حمار؟[2] ۱۰۔ بکری، اینٹ، پتھر، ستارہ؟ ۱۱۔ پانی، ہوا، حیوان؟

سبق یازدہم

جنس اور فصل کی قسمیں

جنس کی دو قسمیں ہیں: جنسِ قریب، جنسِ بعید۔

جنس قریب: کسی ماہیت کی وہ جنس ہے کہ اسکی جزئیات میں سے جن دو جزئی یا زیادہ سے سوال کیا جائے تو جواب میں وہی جنس واقع ہو۔ جیسے: حیوان، انسان کی جنس قریب ہے کہ حیوان کے افراد میں سے جن دو یا زیادہ سے سوال کریں، جواب میں حیوان[3] ہی ہوگا۔

جنس بعید: کسی ماہیت کی وہ جنس ہے کہ اس کے افراد میں سے جن دو یا زیادہ سے سوال کیا جائے تو جواب میں اسی جنس کا آنا ضروری نہیں۔ کبھی وہ جواب میں آئے کبھی دوسری جنس۔ جیسے: جسم نامی انسان کی جنس بعید ہے کہ اگر انسان اور فرس اور درخت[4] سے سوال کریں تو جواب میں

---

[1] یعنی جب ان کو لے کر ماھو سے سوال کریں تو کیا جواب ہوگا۔ [2] گدھا۔

[3] مثلاً الإنسان والفرس ماهما؟ جواب حیوان ہے اور الإنسان و الغنم والفرس والبقر والذباب والحمار ماهم، تب بھی جواب حیوان ہے۔ [4] کہ جسم نامی کے افراد ہیں۔

جسم[1] نامی آئے گا اور اگر صرف انسان اور فرس[2] سے سوال کریں تو جواب میں حیوان آئے گا جسم نامی نہ ہوگا۔

فصل کی بھی دو قسمیں ہیں: **فصل قریب، فصل بعید۔**

فصل قریب: کسی ماہیت کا وہ فصل ہے کہ جنس قریب میں جو جزئیات اس ماہیت کے شریک ہیں وہ فصل ان جزئیات سے اس ماہیت کو جدا کر دے۔ جیسے: انسان، بقر و غنم، حمار، فرس، دیکھو! حیوان ہونے میں[3] سب شریک ہیں اور حیوان انسان کی جنس قریب ہے اور ناطق انسان کو بقر و غنم وغیرہ سے جدا کرتا ہے تو ناطق انسان کیلئے فصل قریب ہے۔

فصل بعید: کسی ماہیت کا وہ فصل ہے کہ جنس بعید میں جو جزئیات اس ماہیت کے شریک ہیں وہ فصل ان جزئیات سے اس ماہیت کو علیحدہ کر دے اور جنس قریب میں جو شریک ہیں ان سے جدا نہ کرے۔ جیسے: حساس انسان کا فصل بعید ہے کہ جسم نامی میں جو انسان[4] کے شریک ہیں ان سے حساس تمیز دیتا ہے اور حیوان میں جو شریک ہیں ان سے جدا نہیں کرتا۔[5]

سوالات

امثلۂ ذیل میں بتاؤ کہ کون کس کیلئے جنس قریب اور جنس بعید اور فصل قریب اور فصل بعید ہے؟

ناطق[6] جسم؟ جسم نامی؟ ناہق؟ صاہل؟ حساس؟ نامی؟

---

[1] کیونکہ ان تینوں میں جو مشترک جزء ہیں وہ جسم اور نمو ہے۔ لہٰذا جسم نامی جواب ہے اور بس۔

[2] کہ یہ بھی جسم ہی کے افراد ہیں۔ [3] انسان کے ساتھ۔ [4] جیسے درخت گھاس وغیرہ۔

[5] مثلاً غنم، بقر وغیرہ سے نہیں۔ کیونکہ وہ بھی حس رکھنے والے ہیں۔ [6] عقل والا جسم، قابل ابعاد ثلاثہ یعنی لمبائی، چوڑائی، گہرائی والا، جسم نامی: بڑھنے والا جسم، ناہق: ہینچوں ہینچوں کرنے والا، صاہل: ہنہنانے والا، حساس: حس رکھنے والا، نامی: بڑھنے والا۔

سبق دوازدہم

دوکلیوں میں نسبت کا بیان

جاننا چاہیے کہ جس قدر کلیات ہیں ہر کلّی کی دوسری کلّی کے ساتھ چار نسبتوں میں سے ایک نسبت ضرور ہوگی۔ وہ چار نسبتیں یہ ہیں: تساوی، تباین، عموم وخصوص مطلق، عموم وخصوص من وجہ۔

تساوی: یہ ہے کہ دوکلیوں میں سے ہر کلّی دوسری کلّی کے ہر ہر فرد پر صادق ہو۔ جیسے: انسان وناطق کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ہر ہر فرد پر صادق ہے۔ ایسی دوکلیوں کو متساویین کہتے ہیں۔

تباین: یہ ہے کہ ہر ایک کلّی دوسری کلّی کے کسی فرد پر صادق نہ ہو۔ جیسے: انسان وفرس کہ انسان فرس کے کسی فرد پر صادق نہیں اور نہ فرس انسان کے کسی فرد پر صادق ہے۔ ایسی دوکلیوں کو متباینین کہتے ہیں۔

عموم وخصوص مطلق: وہ نسبت ہے کہ ایک کلّی تو دوسری کلّی کے ہر ہر فرد پر صادق ہو اور دوسری پہلی کے ہر ہر فرد پر صادق[1] نہ ہو۔ پہلی جو کہ دوسری کے ہر ہر فرد پر صادق ہے، اس کو عام مطلق اور دوسری کو خاص مطلق کہتے ہیں۔ جیسے: حیوان اور انسان، کہ حیوان تو انسان کے ہر ہر فرد پر صادق ہے اور انسان حیوان کے ہر ہر[2] فرد پر صادق نہیں ہے۔ حیوان عام مطلق اور انسان خاص مطلق ہے۔

عموم وخصوص من وجہ: وہ نسبت ہے کہ ہر ایک کلّی دوسری کلّی کے بعض افراد پر صادق ہو اور بعض پر نہ ہو، جیسے حیوان اور ابیض کہ حیوان ابیض کے بعض افراد پر صادق ہے اور بعض پر نہیں۔ اسی طرح ابیض حیوان کے بعض افراد پر صادق ہے اور بعض پر نہیں ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو عام من وجہ اور خاص من وجہ کہتے ہیں۔[3]

---

[1] بلکہ بعض پر ہو۔

[2] البتہ بعض پر ہے اور وہ بعض افراد زید وعمرو وغیرہ ہیں۔ کیونکہ یہ حیوان کے بھی تو افراد ہیں اور ان افراد پر انسان صادق ہے۔

[3] حیوان عام من وجہ بھی ہے اور خاص من وجہ بھی۔ ایسے ہی ابیض خاص من وجہ بھی ہے اور عام من وجہ بھی۔

سوالات

درج ذیل مثالوں کی کلیات میں نسبتیں بتاؤ؟

۱۔ حیوان،فرس؟ ۲۔ انسان،حجر؟ ۳۔ حمار،حیوان؟ ۴۔ حیوان،اسود؟[۱]

۵۔جسم نامی، شجر[۲] نخل؟ ٦۔ حجر،جسم؟ ۷۔ انسان،غنم؟ ۸۔ رومی،انسان؟

۹۔ غنم،حمار؟ ۱۰۔ فرس،صاہل؟ ۱۱۔حساس،حیوان؟

سبق سیزدہم

معرّف اورقول شارح کا بیان

دو یا زیادہ تصور جانے ہوئے کو ترتیب دیکر کسی نہ جانے ہوئے تصور کو جب معلوم کریں،تو ان دو تصور[۳]، یا زیادہ کو معرّف اور قول شارح کہتے ہیں۔ جیسے:تم کو حیوان[۴] اور ناطق کا علم ہے ان دونوں کو ملایا تو حیوان ناطق ہوا۔اس سے تم کو انسان نامعلوم کی حقیقت[۵] کا علم ہو گیا۔پس حیوان ناطق کو انسان کا معرّف کہیں گے۔

معرّف یا قول شارح کی چار قسمیں ہیں: حدتام،حدناقص،رسم تام،رسم ناقص۔

حدتام: کسی شئے کی وہ معرّف ہے کہ اس شئے کی جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہو۔ جیسے:حیوان ناطق،انسان کی حدتام ہے۔

حدناقص: کسی شئے کی وہ معرّف ہے کہ اس شئے کی جنس بعید اور فصل قریب سے یا صرف فصل قریب سے مرکب[٦] ہو۔جیسے:جسم ناطق یا صرف ناطق،انسان کی حدناقص ہے۔

---

[۱] سیاہ۔ [۲] کھجور کا درخت۔ [۳] ان کے مجموعہ کو۔

[۴] اس جگہ پہنچ کر سبق سوم کا پہلا حاشیہ مکرر دیکھ لو صفحہ:۹۔ [۵] جیسے یہ بتانا ہو کہ تیسیر المنطق کیا ہے؟ تو ان جانے ہوئے تصوروں کو کہ منطق کی سہل کتاب اردو میں مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جمع کرنے سے تیسیر المنطق جانی گئی۔

[٦] عبارت میں تسامح ہے، کیونکہ جو تعریف صرف فصل قریب سے ہوگی وہ تعریف مرکب کہاں ہوگی؟ مطلب یہ ہے کہ جنس بعید اور فصل قریب سے مرکب ہو یا صرف فصل قریب سے تعریف کی جائے۔

رسم تام: کسی شئے کی وہ معرّف ہے کہ اس شئے کی جنس قریب اور خاصّہ سے مل کر بنے۔
جیسے: حیوان ضاحک، انسان کی رسم تام ہے۔
رسم ناقص: کسی شئے کی وہ معرّف ہے جو اس کی جنس بعید اور خاصّہ سے یا صرف خاصّہ سے مل کر بنے۔ جیسے: جسم ضاحک، انسان کی رسم ناقص ہے۔

سوالات

ذیل کے معرّفات میں معرّف کی اقسام بیان کرو؟

۱۔ جوہر ناطق؟ ۲۔ جسم نامی ناطق؟ ۳۔ جسم حساس؟ ۴۔ جسم متحرک بالارادہ؟
۵۔ حیوان صاہل؟ ۶۔ حیوان ناہق؟ ۷۔ جسم ناہق؟ ۸۔ حساس؟
۹۔ ناطق؟ ۱۰۔ **الكلمة [۱] لفظٌ وضع لمعنىً مفرد؟**
۱۱۔ **الفعل كلمة تدلُّ على معنىً في نفسها مقترناً بأحدِ الأزمنةِ الثَّلاثة؟**

تنبیہ: جو اصطلاحات منطق کی اب تک تم نے تیرہ سبقوں میں پڑھی ہیں، وہ یکجا بطور فہرست لکھی جاتی ہیں۔ ان کو خوب یاد کرلو اور آپس میں تکرار کرو۔

علم، تصور، تصدیق، تصور بدیہی، تصور نظری، تصدیق بدیہی، تصدیق نظری، نظر و فکر، منطق [۲]، موضوع منطق، غرض منطق، دلالۃ، دال، مدلول، وضع، موضوع لہ، دلالت لفظیہ، دلالت غیر لفظیہ، دلالت لفظیہ وضعیہ، دلالت لفظیہ طبعیہ، دلالت لفظیہ عقلیہ، دلالت غیر لفظیہ وضعیہ، دلالت غیر لفظیہ طبعیہ، دلالت غیر لفظیہ عقلیہ، دلالت مطابقۃ، دلالت تضمنیہ، دلالت التزامیہ، لازم، مفرد، مرکب، مفہوم، کلّی، جزئی، حقیقت و ماہیت، کلّی ذاتی، کلّی عرضی، جنس، نوع، فصل، خاصّہ، عرض عام، جنس قریب، جنس بعید، فصل قریب، فصل بعید، تساوی، تباین، عموم وخصوص مطلق عموم وخصوص من وجہ، معرّف وقول شارح، حد تام، حد ناقص، رسم تام، رسم ناقص۔

---

[۱] ۱۰ اور ۱۱ میں ''الکلمۃ'' اور ''الفعل'' لفظ معرّف سے خارج ہیں بعد کے لفظ معرّف ہیں۔ [۲] علم منطق۔

تصدیقات [1] کی بحث

سبق اوّل

حجّت کی بحث

دو یا زیادہ تصدیق جانی ہوئی کو ترتیب دے کر جب کوئی نہ جانی ہوئی بات معلوم کریں، تو ان جانی [2] ہوئی تصدیق کو حجّت اور دلیل کہتے ہیں۔ جیسے: [3] مثلاً تم کو اس کا علم ہے کہ انسان ایک جاندار شئے ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ ہر جاندار شئے جسم والی ہے تو ان دو باتوں کو جاننے سے یہ تم جان گئے کہ انسان جسم والا ہے۔

سبق دوم

قضیوں کی بحث

قضیہ: وہ مرکب لفظ ہے جس کے کہنے والے کو سچّا یا جھوٹا کہہ سکیں۔ [4] جیسے: زید کھڑا ہے۔ [5]
قضیہ کی دو قسمیں ہیں: قضیہ حملیہ اور قضیہ شرطیہ۔

قضیہ حملیہ: وہ قضیہ ہے جو دو مفرد سے مل کر بنے اور اس میں ایک شئے کا دوسری شئے کیلئے ثبوت [6] ہو۔ جیسے: زید کھڑا ہے، کہ اس میں زید کیلئے کھڑا ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ یا ایک شئے سے دوسری شئے کی نفی ہو۔ [7] جیسے: زید عالم نہیں، کہ اس میں زید کے عالم ہونے کی نفی [8] کی گئی ہے۔ اول کو موجبہ اور دوسرے کو سالبہ کہتے ہیں۔ قضیہ حملیہ کے جزء اول کو موضوع اور دوسرے جزء کو محمول کہتے

---

[1] تصدیق کی جمع ہے، غیر ذی العقل ہونے کی وجہ سے الف تا سے آئی ہے۔ علم کی دوسری قسم وہ صورت جو جملہ خبریہ یقینی کی ہو۔ [2] یعنی ان کے مجموعہ کو۔ [3] اس جگہ پہنچ کر صفحہ ۹ حاشیہ ۷ مکرر دیکھ لو۔

[4] چاہے واقعہ میں کیسا ہی ہو، سچّا ہو یا جھوٹا، اس لئے ''زمین اوپر ہے'' بھی قضیہ ہوگا۔

[5] یا نہیں کھڑا ہے۔ [6] ہونا بتایا گیا ہو۔ [7] یعنی نہ ہونا بتایا گیا ہو۔

[8] یعنی زید کے عالم نہ ہونے کو بتایا گیا ہے۔ جیسے: کہ پہلی مثال میں کھڑے ہونے کو بتایا گیا ہے۔

ہیں۔ اور جو ان دونوں کے درمیان نسبت ہے اس پر جو لفظ دلالت کرے اس کو رابطہ کہتے ہیں۔
جیسے: زید کھڑا ہے اس قضیہ میں ''زید'' موضوع ہے اور ''کھڑا'' محمول ہے اور لفظ ''ہے'' رابطہ[1] ہے۔
قضیہ حملیہ کی چار[2] قسمیں ہیں: قضیہ مخصوصہ، قضیہ طبعیہ، قضیہ محصورہ، قضیہ مہملہ۔
قضیہ مخصوصہ یا شخصیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع شخصِ معین[3] ہو۔ جیسے: زید کھڑا ہے، کہ اس کا موضوع ''زید'' ہے اور وہ شخصِ معین ہے۔
قضیہ طبعیہ: وہ قضیہ ہے جس کا موضوع کلّی ہو اور حکم کلّی کے مفہوم[4] پر ہو، افراد پر نہ ہو۔ جیسے: انسان نوع ہے اس میں نوع ہونے کا حکم انسان کے مفہوم کیلئے ہے، انسان کے افراد کیلئے نہیں۔[5]
قضیہ محصورہ[6]: وہ قضیہ ہے جس کا موضوع کلّی ہو اور حکم کلّی کے افراد پر ہو اور یہ بھی اس میں بیان کیا گیا ہو کہ حکم اس کلّی کے ہر ہر فرد پر ہے یا بعض افراد پر۔ جیسے: ہر انسان جاندار ہے۔ دیکھو: اس میں موضوع کلّی یعنی ''انسان'' ہے اور حکم جاندار ہونے کا اس کے ہر ہر فرد پر ہے۔[7]
قضیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں اور ان کو محصورات اربعہ کہتے ہیں:
موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ۔
موجبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں یہ بیان کیا جائے کہ موضوع کے ہر ہر فرد کیلئے محمول ثابت ہے۔ جیسے: ہر انسان جاندار ہے۔
موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں یہ بیان ہو کہ موضوع کے بعض افراد کیلئے محمول ثابت ہے۔ جیسے: بعض جاندار انسان ہیں۔
سالبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں یہ ظاہر کیا جائے کہ محمول موضوع کے ہر ہر فرد سے نفی کیا

---

[1] زبان عربی میں رابطہ اکثر مقدر ہوتا ہے۔ [2] موضوع کی حالتوں کے اعتبار سے۔ [3] یعنی جزئی۔
[4] مراد مفہوم سے نفس حقیقت ہے۔ [5] کیونکہ افراد نوع نہیں ہیں بلکہ مفہوم ہی نوع ہے، اور یہ تو موجبہ ہے اور سالبہ کی مثال انسان جنس نہیں ہے۔ [6] اس کو مسورہ بھی کہتے ہیں اور جس حرف سے افراد کے کل یا بعض ہونے کی مقدار بیان کی جائے اس کو سور کہتے ہیں۔ [7] یہ تو موجبہ ہے اور سالبہ یہ کہ کوئی انسان پتھر نہیں۔

گیا ہے۔ جیسے: کوئی انسان پتھر نہیں۔

سالبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں یہ بیان ہو کہ محمول موضوع کے بعض افراد سے سلب کیا گیا ہے۔ جیسے: بعض جاندار انسان نہیں۔

قضیہ مہملہ: وہ قضیہ ہے کہ محمول موضوع کے افراد کیلئے ثابت ہے[۱] اور یہ نہ بیان کیا جائے کہ ہر ہر فرد کیلئے ثابت[۲] ہے یا بعض کیلئے۔ جیسے: انسان[۳] جاندار ہے۔

سوالات

مندرجہ ذیل قضایا میں قضیہ کی اقسام بیان کرو؟

عمرو مسجد میں ہے؟	حیوان جنس ہے؟	ہر گھوڑا ہنہناتا ہے؟
کوئی گدھا بے جان نہیں؟	بعض انسان لکھنے والے ہیں؟	بعض انسان اَن پڑھ ہیں؟
ہر گھوڑا جسم والا ہے؟	کوئی پتھر انسان نہیں؟	ہر جاندار مرنے والا ہے؟
ہر متکبّر ذلیل ہے؟	ہر متواضع[۴] عزت والا ہے؟	ہر حریص[۵] خوار ہے؟

سبق سوم

قضیہ شرطیہ کی بحث

قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ[۶] ہے جو دو قضیوں سے مل کر بنے۔[۷] جیسے: اگر سورج نکلے گا تو دن ہوگا۔ ''سورج نکلے گا'' ایک قضیہ ہے اور ''دن ہوگا'' دوسرا قضیہ[۸] ہے۔ یا جیسے: زید یا تو پڑھا ہوا ہے یا

---

[۱] یا منفی ہے، جیسے: انسان پتھر نہیں۔　[۲] یا منفی۔　[۳] اس میں یہ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ ہر ہر انسان یا کوئی کوئی۔　[۴] عاجزی وانکساری کرنے والا۔　[۵] ہر لالچی ذلیل ہے۔　[۶] ان میں سے پہلے قضیہ کو مقدم اور دوسرے کو تالی کہتے ہیں۔　[۷] اور دیکھ لو دونوں میں خاص ارتباط بھی ہے یعنی تعلّق ہے اور یہاں ایسا ہے جیسا کہ شرط کیساتھ جزا کو ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کا ہونا ضروری ہے۔　[۸] اس طرح سے کہ ان دونوں قضیوں میں خاص ارتباط بھی ہو اور اس ارتباط کی تفصیل شرطیہ کی قسموں میں سے معلوم ہوگئی یعنی دو طرح کا ربط ہوگا۔ (۱) یا تو ایک قضیہ کے ہونے پر دوسرے کا ہونا بیان ہوگا چاہے دوسرے کا ہونا نہ ہونا ضروری ہو کر ہو یا ویسے ہی۔ (۲) اور یا دونوں میں علیحدگی وجدائی کا ہونا نہ ہونا بیان ہوگا چاہے قضیوں ہی کی ذات سے جدائی ہو یا ویسے ہی ہو۔

اَن پڑھ ہے۔ ''زید پڑھا ہوا ہے'' ایک قضیہ ہے اور ''زید اَن پڑھ ہے'' یہ دوسرا قضیہ[1] ہے۔ اور ان میں سے پہلے قضیہ کو مقدم اور دوسرے کو تالی[2] کہتے ہیں۔

قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: قضیہ متصلہ، قضیہ منفصلہ۔

شرطیہ متصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ اس میں یہ بات ہو کہ ایک قضیہ کے تسلیم کر لینے پر دوسرے قضیہ کے ثبوت[3] یا نفی کا حکم ہو۔ اگر ثبوت کا حکم ہوگا تو متصلہ موجبہ کہلائے گا۔ جیسے: اگر زید انسان ہے تو جاندار بھی ہوگا۔ دیکھو: اس قضیہ میں ''زید'' کے انسان ہونے پر اس کے جاندار ہونے کا حکم کیا گیا ہے۔[4] اور اگر نفی کا حکم ہوگا تو متصلہ سالبہ ہوگا۔ جیسے: اگر زید انسان ہے تو گھوڑا نہیں ہے۔ دیکھو: اس قضیہ میں ''زید'' کے انسان ہونے کی صورت میں اس کے گھوڑا ہونے کی نفی کی گئی ہے۔[5]

شرطیہ منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ اس میں دو چیزوں کے درمیان علیحدگی اور جدائی کے ثبوت یا نفی کا حکم کیا جائے۔ اگر جدائی کا ثبوت ہو تو اس کو منفصلہ موجبہ کہتے ہیں۔ جیسے یہ شئے یا تو درخت ہے یا پتھر ہے۔ دیکھو: اس قضیہ میں درخت اور پتھر کے درمیان جدائی ثابت کی گئی ہے کہ ایک ہی شئے درخت اور پتھر دونوں نہیں ہو سکتی۔[6] اور اگر جدائی کی نفی کی گئی ہو تو اس قضیہ کو منفصلہ سالبہ کہتے ہیں۔ جیسے: یوں کہیں یا تو سورج نکلا ہوگا یا دن ہوگا۔ یعنی ان دونوں باتوں میں جدائی نہیں بلکہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔[7]

شرطیہ متصلہ کی دو قسمیں ہیں: شرطیہ متصلہ لزومیہ، شرطیہ متصلہ اتفاقیہ۔

شرطیہ متصلہ لزومیہ: وہ قضیہ[8] ہے جس کے مقدم یعنی پہلے قضیہ اور تالی یعنی دوسرے قضیہ میں کسی

---

[1] اور ان میں ایک خاص ارتباط بھی ہے یعنی تعلّق ہے اگرچہ خلاف کا ہی ہے کہ ایک کے ہونے پر دوسرے کا نہ ہونا ضروری ہے، جیسے ضدوں اور نقیضوں میں ہوتا ہے۔　[2] موخر (بعد میں آنے والا)　[3] ہونے یا نہ ہونے کا۔

[4] یعنی جاندار کا ثبوت کیا گیا ہے۔　[5] یعنی گھوڑا نہ ہونے کا حکم کیا گیا۔　[6] کیونکہ درخت ہوگا تو پتھر نہ ہوگا، اور پتھر ہوگا تو درخت نہ ہوگا، تو معلوم ہوا کہ دونوں میں جدائی اور علیحدگی ہے۔　[7] چنانچہ ایک وقت میں جمع ہوتے ہیں۔

[8] یعنی وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے۔

ایسی قسم کا تعلّق ہو کہ جب اول پایا جائے تو دوسرا بھی ضرور ہو[1] جیسے: اگر سورج نکلے گا تو دن ہوگا۔[2]

شرطیہ متصلہ اتفاقیہ: وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے کہ جس کے مقدم وتالی میں اس قسم کا تعلّق نہ ہو بلکہ دونوں قضیے اتفاقاً جمع ہو گئے ہوں۔ جیسے: یوں کہیں کہ اگر انسان جاندار ہے تو پتھر بے جان[3] ہے۔

شرطیہ منفصلہ کی بھی دو قسمیں ہیں: **شرطیہ منفصلہ عنادیہ، شرطیہ منفصلہ اتفاقیہ۔**

شرطیہ منفصلہ عنادیہ: وہ منفصلہ ہے کہ جس کے مقدم اور تالی کی ذات ہی ان کے درمیان جدائی کو چاہتی ہو جیسے: یہ عدد یا تو طاق ہے یا جفت۔ دیکھو: ''طاق'' اور ''جفت'' ایسے مقدم اور تالی ہیں کہ ان کی ذات[4] جدائی کو چاہتی ہے کبھی ایک شئے میں جمع نہ ہوں گے۔

شرطیہ منفصلہ اتفاقیہ: وہ قضیہ منفصلہ ہے کہ جس کے مقدم اور تالی میں جدائی ذاتی نہ ہو بلکہ اتفاقاً ہو گئی ہو۔ جیسے: زید مثلاً لکھنا جانتا ہو اور شعر کہنا نہ جانتا ہو تو یوں کہنا صحیح ہوگا کہ زید لکھنے والا ہے یا شاعر ہے۔ یعنی ان دونوں میں سے ایک بات ہے لیکن لکھنے اور شعر کہنے کے فن میں جدائی[5] ضروری نہیں۔[6] اس لئے کہ بعضے لکھنا بھی جانتے ہیں اور شعر کہنا بھی۔

شرطیہ منفصلہ کی پھر تین قسمیں ہیں: **شرطیہ منفصلہ حقیقیہ، شرطیہ منفصلہ مانعۃ الجمع، شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو۔**

شرطیہ منفصلہ حقیقیہ: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی میں ایسی جدائی اور انفصال ہو کہ دونوں ایک شئے میں ایک دم سے نہ جمع ہوں اور نہ دونوں ایک شئے سے ایک دم سے علیحدہ[7]

---

[1] یعنی ضرور ساتھ ہو۔ [2] کیونکہ سورج نکلنے پر دن ہونا ضروری ہے۔ [3] کیونکہ انسان کے جاندار ہونے پر پتھر کا بے جان ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ اگر پتھر بے جان نہ ہوتا تب بھی انسان جاندار ہوتا برخلاف پہلی مثال کے کہ اگر سورج نہ نکلتا تو دن نہ ہوسکتا۔ [4] کیونکہ جفت ان عددوں کا مجموعہ ہے جو برابر پورے تقسیم ہوسکیں۔ جیسے: دو چار چھ وغیرہ اور طاق وہ جو ایسا نہ ہو تو ظاہر ہے کہ جو طاق ہوگا جفت نہ ہوگا جو جفت ہوگا طاق نہ ہوگا۔

[5] یعنی لکھنے اور شعر کہنے کی ذات جدائی کا تقاضا نہیں کرتی بلکہ ویسے ہی اتفاق سے ہے۔ [6] بالکل اتفاق سے ایسا ہی ہوگیا ہے کہ زید میں دونوں باتیں جمع نہیں ورنہ بہت سے لوگوں میں جمع ہوتی ہیں۔ [7] یعنی ان میں ایسی سخت جدائی ہے کہ وجود میں بھی جدا رہتے ہیں یعنی اگر ایک موجود ہو تو دوسرا معدوم ہو اگر ایک معدوم ہو تو دوسرا موجود ہو۔

ہوں، ایک ہوتو دوسرا ہرگز نہ ہو، اور ایک نہ ہوتو دوسرا ضرور موجود ہو۔ نہ تو یہ ہوگا کہ دونوں ہوں، اور نہ یہ ہوگا کہ دونوں نہ ہوں۔ جیسے: یہ عدد یا تو طاق ہے یا جفت۔ دیکھو: ایک عدد یا تو طاق ہوگا یا جفت ہوگا دونوں نہ ہوں[1] گے اور نہ یہ ہوگا کہ کوئی عدد ایسا ہو کہ نہ طاق ہو نہ جفت۔

مانعۃ الجمع: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی ایک دم سے ایک شئے کے اندر موجود تو نہ ہوسکیں، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شئے ایسی ہو کہ اس میں مقدم اور تالی دونوں نہ ہوں۔ جیسے: یہ شئے یا درخت ہے یا پتھر۔ دیکھو: ایک شئے درخت اور پتھر نہیں ہوسکتی، ہاں یہ ممکن ہے کہ کوئی شئے نہ درخت ہو نہ پتھر ہو۔ جیسے: انسان وفرس۔

مانعۃ الخلو: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی ایک دم سے ایک شئے سے علیحدہ تو نہ ہوسکیں ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ وہ مقدم اور تالی ایک شئے کے اندر جمع ہو جائیں۔ جیسے:[2] زید پانی میں ہے یا ڈوبنے والا نہیں ہے۔ دیکھو: یہ دونوں[3] باتیں ایک دم سے علیحدہ نہیں[4] ہوسکتیں، کہ زید پانی میں نہ ہو اور ڈوب جائے۔ ہاں دونوں جمع ہوسکتی ہیں کہ پانی میں ہو اور ڈوبے نہیں، بلکہ تیرتا رہے۔

سوالات

[1] ذیل میں لکھے ہوئے قضیوں میں بتاؤ کہ ہر قضیہ کونسی قسم کا ہے شرطیہ یا حملیہ؟ اور شرطیہ کی کون سی قسم

---

[1] یعنی ایسا نہ ہوگا کہ ایک عدد طاق بھی ہو جائے اور جفت بھی، بلکہ طاق ہوگا تو جفت نہ ہوگا اور جفت ہوگا تو طاق نہ ہوگا۔

[2] اس سے آسان مثال یہ ہے کہ ہر شئے یا تو غیر شجر ہے یا غیر حجر ہے۔ سوا ایسی کوئی چیز نہیں نکل سکتی جو نہ غیر شجر ہو اور نہ غیر حجر ہو ان میں سے ایک ضرور ہوگی اور یہ ہوسکتا ہے کہ غیر شجر بھی ہو اور غیر حجر بھی۔ چنانچہ عالم بھر میں اسی قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک تو حجر، ایک شجر، ایک ان دونوں کے علاوہ، پس حجر پر تو غیر حجر صادق نہیں آتا لیکن غیر شجر صادق آتا ہے اور شجر پر غیر شجر صادق نہیں آتا، لیکن غیر حجر صادق آتا ہے اور بقیہ اشیا پر غیر حجر بھی صادق آتا ہے اور غیر شجر بھی۔ خوب سمجھ لو۔

[3] یعنی پانی میں ہونا اور نہ ڈوبنا۔

[4] اس طرح کہ پہلی بات "پانی میں ہونا" بھی نہ پائی جائے بلکہ پانی میں نہ ہونا پایا جائے اور دوسری بات "نہ ڈوب جانا" بھی نہ پائی جائے بلکہ ڈوب جانا پایا جائے یعنی پانی میں نہ ہوتے ہوئے ڈوب جانا پایا جائے یہ نہیں ہوسکتا۔

ہے؟ متصلہ یا منفصلہ؟ اوراسی طرح حملیہ اور متصلہ ومنفصلہ کی کونسی قسم ہے؟

۱۔ اگر یہ شئے گھوڑا ہے تو جسم ضرور ہے؟ ۲۔ یہ شئے گھوڑا ہے یا گدھا؟
۳۔ یہ شئے یا تو جاندار ہے یا سفید ہے؟ ۴۔ اگر گھوڑا ہنہنانے والا ہے تو انسان جسم ہے؟
۵۔ زید عالم ہے یا جاہل ہے؟ ۶۔ عمرو بولتا ہے یا گونگا ہے؟
۷۔ بکر شاعر ہے یا کاتب؟ ۸۔ زید گھر میں ہے یا مسجد میں؟
۹۔ خالد بیمار ہے یا تندرست ہے؟ ۱۰۔ زید کھڑا ہے یا بیٹھا ہے؟
۱۱۔ یہ بات نہیں ہے کہ اگر رات ہوگی تو سورج نکلا ہو؟
۱۲۔ اگر سورج نکلے گا تو زمین روشن ہوگی؟ ۱۳۔ اگر وضو کرو گے تو نماز صحیح ہوگی؟
۱۴۔ اگر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کرو گے تو جنّت میں جاؤ گے؟
۱۵۔ آدمی نیک بخت ہے یا بد بخت؟

سبق چہارم

تناقض[1] کا بیان

در تناقض ہشت وحدت شرط داں وحدتِ موضوع و محمول و مکاں
وحدتِ شرط و اضافت جزو کل قوت و فعل است در آخر زماں

جب دو قضیے ایسے ہوں کہ ایک موجبہ ہو دوسرا سالبہ اور ان میں یہ بات بھی ہو کہ ایک کو اگر سچّا کہیں تو دوسرے کو ضرور جھوٹا کہنا پڑے[2] تو ان دونوں کے ایسے اختلاف کو تناقض کہتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک قضیے کو دوسرے کی نقیض اور دونوں کو نقیضین کہتے ہیں۔ جیسے: زید عالم ہے اور زید عالم نہیں ہے۔ یہ دونوں قضیے ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک سچّا ہوگا تو دوسرا

[1] ایک دوسرے کی نقیض ہونا۔ [2] اسی طرح اگر ایک کو جھوٹا مانیں تو دوسرے کو ضرور سچّا کہنا پڑے۔

جھوٹا[1] ہوگا۔ ان کے اس اختلاف کو تناقض کہتے ہیں۔ جن دو قضیوں میں تناقض ہوتا ہے وہ دونوں ایک دم سے نہ جمع[2] ہوسکتے ہیں اور نہ دونوں علیحدہ[3] ہوسکتے ہیں۔ مثلاً: مثال مذکور میں زید عالم ہو اور عالم نہ ہو، یہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ زید نہ تو عالم ہو اور نہ عالم نہ ہو۔ دو قضیے مخصوصہ[4] یعنی جن کا موضوع خاص شخص ہو ان میں تناقض جب ہوگا جبکہ وہ دونوں آٹھ چیزوں میں متفق ہوں۔

اول: موضوع دونوں کا ایک ہو۔ اگر موضوع بدلے گا تو تناقض[5] نہ ہوگا۔ جیسے: زید کھڑا ہے زید کھڑا نہیں۔ ان دونوں میں تناقض ہے۔ اور زید کھڑا ہے عَمرو کھڑا نہیں۔ ان دونوں میں تناقض نہیں ہے۔ دونوں قضیے[6] سچے[7] ہوسکتے ہیں۔ دوسرے: محمول دونوں کا ایک ہو، اگر محمول ایک نہ ہوگا تو تناقض نہ ہوگا، جیسے: زید کھڑا ہے زید بیٹھا نہیں ہے، ان دونوں میں تناقض نہیں[8] ہے۔ تیسرے: وہ دونوں قضیے مکان[9] میں متفق ہوں۔ یعنی دونوں کا مکان ایک ہو اگر مکان ایک نہ ہوگا تو تناقض نہ ہوگا۔ جیسے: زید مسجد میں بیٹھا ہے اور زید گھر میں نہیں بیٹھا۔ ان دونوں میں تناقض نہیں ہے۔ چوتھے: دونوں قضیوں کا زمانہ[10] ایک ہو۔ اگر زمانہ ایک نہ ہوگا تو تناقض نہ ہوگا۔ جیسے: زید دن کو

---

[1] اسی طرح بالعکس۔ [2] اس طرح کہ دونوں سچے ہوجائیں۔ [3] اس طرح کہ دونوں جھوٹے ہوجائیں، بلکہ اگر ایک سچا ہو تو ایک جھوٹا۔ [4] اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان آٹھ چیزوں میں متفق ہونا صرف دو مخصوصہ میں شرط ہے کیونکہ یہ شرط تناقض کی دو محصورہ میں بھی ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسے دو مخصوصہ میں تو صرف ان ہی آٹھ کا اتفاق تناقض کیلئے کافی ہے، اور دو محصورہ میں ان کے علاوہ اور بھی ایک شرط ہے وہ یہ کہ وہ دونوں کلیہ اور جزئیہ ہونے میں مختلف ہوں چنانچہ اس سبق کے آخر میں بعینہ یہی مضمون آتا ہے۔ [5] اس طرح کہ ایک قضیہ میں ایک چیز موضوع ہو اور دوسرے میں دوسری چیز ہو اور ایسے ہی محمول کا بدلنا ہے۔ [6] اگر واقع میں ایسا ہی ہو، ورنہ جھوٹے۔
[7] اور اسی طرح جھوٹے بھی۔ [8] دونوں سچے ہوسکتے ہیں اگر واقع میں زید کھڑا ہو اور دونوں جھوٹے بھی ہوسکتے ہیں اگر واقع میں وہ بیٹھا ہو۔ [9] جگہ یعنی دونوں کی جگہ ایک ہی ہو تب تو تناقض ہوگا اور اگر ایک کی جگہ اور ہے اور دوسرے کی اور تو پھر تناقض نہ ہوگا۔ [10] وقت۔

کھڑا ہے اور زید رات کو کھڑا نہیں ان دونوں میں تناقض نہیں ہے۔ دونوں باتیں سچّی ہوسکتی ہیں اور جھوٹی بھی ہوسکتی ہیں۔ پانچویں: قوۃ [1] اور فعل [2] میں دونوں قضیے ایک ہوں۔ یعنی ایک قضیے میں اگر یہ بات ثابت کی گئی ہو کہ محمول بالفعل موضوع کیلئے ثابت ہے تو دوسرے میں یہ بات ثابت کی گئی ہو کہ محمول موضوع کیلئے بالفعل ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ایک قضیہ میں یہ بات ثابت کی گئی ہو کہ محمول موضوع کیلئے بالقوۃ ثابت ہے، یعنی اس میں محمول کے ثابت ہونے کی استعداد ولیاقت ہے تو دوسرے قضیے میں یہ بات ہو کہ محمول موضوع کیلئے بالقوۃ ثابت نہیں، یعنی موضوع میں محمول کے ثابت ہونے کی استعداد ولیاقت نہیں ہے، تب تناقض ہوگا ورنہ نہ ہوگا۔ جیسے: یوں کہیں کہ اس بوتل میں جو شراب [3] ہے اس میں نشہ لانے کی قوت ہے اور یہ شراب جو اسی بوتل میں ہے بالفعل نشہ لانے والی نہیں تو ان دونوں قضیوں میں تناقض نہ ہوگا۔ اس لئے کہ دونوں قضیے سچّے [4] ہیں ہاں اگر یوں کہیں کہ اس بوتل کی شراب میں نشہ لانے کی قوت ہے اور اس بوتل کی شراب میں نشہ لانے کی قوت نہیں ہے تو تناقض ہوگا۔ اس لئے کہ یہ دونوں باتیں ایک دم سے سچّی نہیں ہوسکتیں [5] یا یوں کہیں کہ اس بوتل کی شراب بالفعل نشہ لانیوالی ہے اور اس بوتل کی شراب

---

[1] ہوسکنا یعنی استعداد ولیاقت جیسے زید بالقوۃ بادشاہ ہے یعنی ہوسکتا ہے استعداد رکھتا ہے۔ [2] اسی وقت ہوگا۔

[3] توضیح اس کی یہ ہے کہ انگور کا تازہ شیرہ جس میں ابھی نشہ کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی کبھی اس کو مجازاً شراب کہہ دیتے ہیں اس بنا پر کہ وہ آئندہ چل کر شراب بن سکتی ہے۔ جیسے محاورات میں بولتے ہیں کہ آٹا پسوالاؤ حالانکہ پسوانے کی چیز گیہوں ہے مگر چونکہ وہ پس کر آٹا ہوجائیں گے اس لئے مجازاً گیہوں کو آٹا کہتے ہیں۔ استعداد اور قوۃ کے یہی معنی ہیں۔ اب اگر ایسے شیرہ کی نسبت یہ دو قضیے بولے جائیں، ایک یہ کہ یہ شراب مسکر ہے اور دوسرا یہ شراب مسکر نہیں ہے اور پہلے قضیے میں یہ مراد ہو کہ بالقوۃ مسکر ہے یعنی ابھی اس میں مسکر ہونے کی صفت پیدا نہیں ہوئی تو ان دونوں قضیوں میں ظاہر ہے کہ تناقض نہ ہوگا۔ یہی مطلب ہے متن کی عبارت کا خوب سمجھ لو۔ یا مطلب یہ ہے کہ نشہ لانے کی قوت ہے۔ چنانچہ پینے پر نشہ ہوگا اور بالفعل نہیں یعنی بوتل میں رہتے ہوئے نہیں۔ [4] یا جھوٹے ہیں۔

[5] بلکہ اگر ایک سچّی ہوگی تو دوسری جھوٹی اور پہلی جھوٹی ہوگی تو دوسری سچّی۔

بالفعل نشہ لانے والی نہیں ہے۔ تب بھی تناقض ہوگا۔ اس لئے کہ یہ دونوں باتیں بھی سچّی نہیں ہوسکتیں۔ چھٹے: دونوں قضیوں میں شرط ایک ہو۔ اگر شرط میں اتفاق نہ ہوگا تو تناقض نہ ہوگا۔ جیسے: زید کی انگلیاں ہلتی ہیں اگر وہ لکھتا ہو، زید کی انگلیاں نہیں ہلتیں اگر وہ نہ لکھتا ہو۔ ان میں تناقض نہیں اس لئے کہ شرط ایک نہیں رہی۔[1]

ساتویں: کُل اور جزء میں دونوں قضیے متفق ہوں یعنی اگر ایک قضیے کا محمول پورے موضوع کیلئے ثابت کیا گیا ہو تو دوسرے قضیہ میں بھی اسی خاص جزء کیلئے ثابت ہو، اگر ایسا نہ ہوگا بلکہ ایک قضیہ میں تو موضوع کے کُل کیلئے محمول ثابت کیا گیا ہو اور دوسرے قضیہ میں موضوع کے جزء کیلئے محمول ثابت ہو تو تناقض نہ ہوگا۔ جیسے: یوں کہیں حبشی کالا ہے اور حبشی کالا نہیں، تو دونوں قضیوں میں اگر یہ مراد ہے کہ حبشی کا جزء کالا ہے اور حبشی کا وہی جزء کالا نہیں، تو تناقض ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں پہلا قضیہ صادق ہے اس لئے کہ دانت اس کے سفید ہوتے ہیں اور دوسرا جھوٹ ہوگا۔ یا پہلے قضیہ میں یہ مراد لیں کہ حبشی کا کُل کالا ہے اور دوسرے میں یہ مراد لیں کہ کُل کالا نہیں ہے تو تب بھی تناقض ہوگا۔ اس لئے کہ دوسرا قضیہ سچ ہے اسلیے کہ وہ سارا کالا نہیں ہوتا اور پہلا جھوٹ ہے اس واسطے کہ دانت اسکے سفید ہوتے ہیں اور اگر پہلے قضیہ میں یعنی ''حبشی کالا ہے'' میں یہ مراد لیں کہ ایک جزء اس کا کالا ہے اور دوسرے قضیے میں یعنی ''حبشی کالا نہیں ہے'' میں یہ مراد لیں یعنی تمام حبشی کالا نہیں۔ تو دونوں قضیے سچّے[2] ہوجائیں گے اور تناقض نہ رہے گا۔

آٹھویں: وہ دونوں قضیے اضافت میں متفق ہوں۔ یعنی ایک قضیے میں محمول کی جو نسبت جس شئے کی طرف ہے اسی شئے کی طرف دوسرے قضیے میں ہو اگر ایسا نہ ہوگا تو تناقض نہ ہوگا۔ مثلاً زید عَمرو کا باپ ہے اور زید عَمرو کا باپ نہیں ہے۔ ان میں تناقض ہے۔ اس لئے کہ دونوں میں محمول

---

[1] اور اگر شرط ایک ہی ہو تب تناقض ہوگا، مثلاً زید کی انگلیاں ہلتی ہیں اگر وہ لکھتا ہو اور زید کی انگلیاں نہیں ہلتیں اگر وہ لکھتا نہ ہو تو نہ دونوں سچ ہوں گے نہ جھوٹ بلکہ کوئی سا ایک جھوٹ ضرور ہوگا، ایسی ہی اگر نہ لکھنے کی شرط ہو۔ [2] اور اگر پہلے میں یہ مراد لیا جائے کہ تمام کالا ہے اور دوسرے میں یہ مراد لیا جائے کہ کوئی جزء کالا نہیں تو دونوں جھوٹے ہوجائیں گے۔

یعنی باپ کی نسبت عمرو کی طرف ہے اور اگر یوں کہیں کہ زید عمرو کا باپ ہے، اور زید بکر کا باپ نہیں تو ان دونوں میں تناقض نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں قضیے سچے ہو سکتے ہیں۔

یہ آٹھ چیزیں ہیں، جن میں دو قضیوں کا متفق ہونا تناقض کیلئے ضروری ہے۔ یہ وحدات ثمانیہ[1] کہلاتی ہیں۔ یہ تو مخصوصہ قضیے کا بیان تھا۔ اور اگر وہ دونوں قضیے محصورہ ہوں تو ان میں بھی ان آٹھ چیزوں میں اتفاق ضروری ہے۔ اور علاوہ اس کے ایک شرط ان میں اور ہونی چاہیے۔ وہ یہ کہ ان میں سے اگر ایک کلیہ ہو تو دوسرا جزئیہ ہو۔ پس موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ[2] ہوگی۔ جیسے: ہر انسان جاندار ہے، موجبہ کلیہ ہے۔ اس کی نقیض یہ ہوگی: بعض انسان جاندار نہیں ہیں۔ اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوگی۔ جیسے: کوئی انسان پتھر نہیں ہے۔ یہ سالبہ کلیہ ہے اس کی نقیض بعض انسان پتھر ہیں ہوگی۔[3]

سوالات

ان قضایا کی نقیض بتاؤ اور جو دو قضیے یکجا لکھے جاتے ہیں ان میں تمہارے نزدیک تناقض ہے یا نہیں اگر نہیں تو کونسی شرط نہیں؟

۱۔ ہر گھوڑا جاندار ہے؟ ۲۔ بعض جانداروں میں سے بکری ہے؟

---

[1] آٹھ اتفاقات کیونکہ آٹھ چیزوں میں دونوں قضیوں کا اتفاق ضروری ہے۔

[2] کیونکہ موجبہ کی نقیض کا سالبہ ہونا تو تناقض کی تعریف ہی سے معلوم ہو چکا ہے اور کلیہ کے نقیض کا جزئیہ ہونا ابھی اس نئی شرط سے معلوم ہوا پس ثابت ہو گیا کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوگی۔ ایسے ہی آگے سمجھ لو۔

[3] شاید کسی کو وہم ہو کہ محصورات تو چار ہیں ایک موجبہ کلیہ ایک سالبہ کلیہ تو ان دونوں کی نقیض تو بتلائی۔ باقی رہا ایک موجبہ جزئیہ ایک سالبہ جزئیہ، ان دونوں کی نقیض نہیں بتلائی؟ جواب یہ ہے کہ جب ایک قضیہ کی نقیض دوسرا قضیہ ہوتا ہے تو اس دوسرے کی نقیض وہ پہلا قضیہ ہوتا ہے تو جب موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ کو بتایا تو اسی میں یہ بھی بتا دیا کہ سالبہ جزئیہ کی نقیض موجبہ کلیہ ہوگا۔ اسی طرح جب سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ کو بتایا تو اسی میں یہ بھی بتا دیا کہ موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلیہ ہوگا تو چاروں محصورہ کی نقیضیں معلوم ہو گئیں۔

۳۔ کوئی انسان درخت نہیں ہے؟
۴۔ عمرو مسجد میں ہے، عمرو گھر میں نہیں ہے؟
۵۔ بکر زید کا بیٹا ہے، بکر عمرو کا بیٹا نہیں ہے؟
۶۔ فرنگی گورا ہے، فرنگی گورا نہیں ہے؟
۷۔ ہر انسان جسم ہے؟
۸۔ بعض سفید جاندار ہیں؟
۹۔ بعض جاندار گدھے نہیں ہیں؟
۱۰۔ بعض انسان لکھنے والے ہیں؟
۱۱۔ بعض بکریاں کالی نہیں؟
۱۲۔ زید رات کو سوتا ہے، زید دن کو نہیں سوتا؟

سبق پنجم

عکسِ مُستوی کی بحث

عکس مستوی کسی قضیے کا یہ ہے کہ اس قضیے کے اول جزء کو دوسرا جزء کر دیا جائے اور دوسرے جزء کو پہلا جزء بنا دیا جائے۔ یعنی بالکل اُلٹ دیا جائے اور یہ اُلٹ پلٹ ایسے طور سے کریں کہ اگر پہلا قضیہ سچّا ہے تو دوسرا جو اس کا الٹا ہے وہ بھی سچّا ہی رہے اور پہلا اگر موجبہ ہے تو دوسرا بھی موجبہ ہی ہو، اور پہلا اگر سالبہ ہو تو دوسرا بھی سالبہ ہی ہو، اور اس دوسرے اُلٹے ہوئے قضیہ کو پہلے کا عکس مستوی کہتے ہیں۔ جیسے: ہر انسان [1] جاندار ہے۔ اس کا عکس یہ نکلے گا کہ بعض جاندار انسان ہیں۔ یہ نہ نکلے گا کہ ہر جاندار انسان ہے۔ کیونکہ یہ غلط [2] ہو جائیگا۔ اس واسطے موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے، [3] اور سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آئیگا۔ جیسے: کوئی انسان پتھر نہیں، اس کا عکس کوئی پتھر انسان نہیں آئے گا۔ اور

---

[1] کیونکہ انسان پہلا جزء تھا اور جاندار دوسرا تھا جاندار کو پہلا کر دیا اور انسان کو دوسرا کر دیا، تب بعض جاندار انسان ہیں عکس نکلا اور پہلا قضیہ موجبہ ہے یہ دوسرا بھی موجبہ ہے اور پہلا سچّا ہے تو یہ دوسرا بھی سچّا ہے۔

[2] کیونکہ بہت سے جاندار ایسے ہیں جو انسان نہیں جیسے: گائے، بیل، بکری، گھوڑا، گدھا وغیرہ تو اس میں اصل قضیہ سچّا تھا عکس سچّا نہ رہا، اس لئے غلط ہو گیا۔ [3] اور موجبہ جزئیہ کا عکس بھی موجبہ جزئیہ آتا ہے، جیسے بعض انسان جاندار ہیں کا عکس بھی بعض جاندار انسان ہیں آئے گا اور موجبہ کلیہ نہیں آئیگا۔

سالبہ جزئیہ کا عکس ہر جگہ لازمی [۱] طور سے نہیں آتا۔[۲] دیکھو بعض جاندار انسان نہیں، سالبہ جزئیہ ہے۔ اس کا عکس بعض انسان جاندار نہیں، اگر نکالیں تو صادق [۳] نہ ہوگا۔

سوالات

مندرجہ ذیل قضایا کا عکس لکھیں:

۱۔ ہر انسان جسم ہے؟
۲۔ کوئی گدھا بے جان نہیں؟
۳۔ کوئی گھوڑا عاقل نہیں ہے؟
۴۔ ہر حریص ذلیل ہے؟
۵۔ ہر قناعت کرنے والا عزیز ہے؟
۶۔ ہر نمازی سجدہ کرنے والا ہے؟
۷۔ ہر مسلمان خدا کو ایک جاننے والا ہے؟
۸۔ بعض مسلمان نماز نہیں پڑھتے؟
۹۔ بعض مسلمان روزہ رکھتے ہیں؟
۱۰۔ بعض مسلمان نمازی ہیں؟

تنبیہ: قضایا کی تمام بحثوں میں جو اصطلاحات منطقیہ لکھی گئی ہیں اور جنکی تعریف ہم نے پڑھی ہیں انکی فہرست لکھی جاتی ہے انکو زبانی یاد کرلو اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھو۔

فہرست اصطلاحات منطقیہ مذکورہ

حجّت، قضیہ، حملیہ، شرطیہ، موجبہ، سالبہ، موضوع، محمول، مخصوصہ، طبعیہ، محصورہ، مہملہ، موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ، محصورات اربعہ، متصلہ، منفصلہ، متصلہ موجبہ، متصلہ سالبہ، منفصلہ موجبہ، منفصلہ سالبہ، مقدم، تالی، لزومیہ، اتفاقیہ، عنادیہ، منفصلہ اتفاقیہ، منفصلہ حقیقیہ، مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلو، تناقض، نقیض، نقیضین، وحدات ثمانیہ، عکس مستوی۔

---

[۱] اگر کبھی سچا نکل بھی آئے تو اس کا اعتبار نہیں۔ جیسے: بعض سفید جاندار نہیں کا عکس یہ کہ بعض جاندار سفید نہیں سچا ہے مگر اعتبار اس لئے نہیں کہ منطق کے قاعدے بھی کلی ہوتے ہیں لہٰذا اس عکس کا اعتبار ہوگا جو ہمیشہ آئے۔

[۲] نہ سالبہ جزئیہ جیسا کہ متن میں مذکور ہے اور نہ سالبہ کلیہ کیونکہ جب سالبہ جزئیہ ہر جگہ صادق نہیں آتا تو سالبہ کلیہ ہر جگہ کیسے صادق آئے گا۔ [۳] کیونکہ ہر انسان جاندار ہے اور ایسے ہی سالبہ کلیہ کوئی انسان جاندار نہیں بھی جھوٹا ہے۔

سبق ششم

حجّت کی قسمیں

حجّت (جس کی تعریف تم پڑھ چکے ہو) کی تین قسمیں ہیں: قیاس، استقرا، تمثیل۔

قیاس: وہ قول ہے جو ایسے دو یا زیادہ قضیوں سے مل کر بنے کہ اگر ان[1] قضیوں کو مان لیں تو ایک اور قضیہ کو بھی ماننا پڑے اور یہ قضیہ جس کو ماننا ضروری ہے نتیجہ قیاس کہلاتا ہے۔ جیسے: ہر انسان جاندار ہے، اور ہر جاندار جسم ہے۔ یہ دو قضیے ہیں، ان کو اگر تم مان لو تو ان کے ماننے سے تم کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہر انسان جسم ہے اس میں یہ دو قضیے تو قیاس کہلائیں گے اور تیسرا قضیہ جس کا ماننا لازم ہے، نتیجہ کہلاتا[2] ہے، خوب سمجھ لو۔ اور نتیجہ کے اندر جو موضوع ہے جیسے ''انسان'' کا نام اصغر رکھا جاتا ہے، اور محمول جیسے ''جسم'' ہے اکبر کہتے ہیں اور جو قضیہ قیاس کا جزء بنے اس کو مقدمہ کہتے ہیں۔ جیسے: مثال مذکور میں ''ہر انسان جاندار ہے'' یہ ایک مقدمہ ہے اور ''ہر جاندار جسم ہے'' یہ دوسرا مقدمہ ہے۔ جس مقدمہ میں اصغر (نتیجہ کے موضوع) کا ذکر ہو اس کو صغریٰ کہتے ہیں اور جس مقدمہ میں اکبر (نتیجہ کے محمول) کا ذکر ہو اس کو کبریٰ کہتے ہیں۔ جیسے: مثال مذکور میں ''ہر انسان جاندار ہے'' صغریٰ ہے۔ اس لئے کہ اس میں اصغر یعنی ''انسان'' مذکور ہے ''اور جاندار جسم ہے'' کبریٰ ہے، اسلیے کہ اس میں اکبر یعنی جسم کا ذکر ہے، اور اصغر و اکبر کے سوا جو شئے قیاس میں مکرر مذکور ہو، وہ حد اوسط کہلاتی ہے۔ مثال مذکور میں ''جاندار'' حد اوسط ہے اس لئے کہ یہ اصغر اور اکبر کے سوا ہے اور دو دفعہ اس کا ذکر آیا ہے۔ سہولت کے لئے نقشہ قیاس کا لکھا جاتا ہے، اس سے اصطلاحات کو خوب ذہن نشین کر لیا جائے۔

---

[1] چاہے وہ واقعی ہوں چاہے نہ ہوں، پس اگر ان کو مان لیں تو ایسا ہو۔

[2] یہ تو واقعی اور سچے قضیے تھے، اور جھوٹے قضیوں کو بھی مان لیں تو بھی لازم آئے۔ جیسے: ہر آدمی گدھا ہے، اور ہر گدھا پتھر ہے، اگر ان کو مان لیں تو یہ لازم آئے گا کہ ہر آدمی پتھر ہے۔

قیاس			
مقدمہ اول		مقدمہ دوم	
صغریٰ		کبریٰ	
اصغر	حداوسط	حداوسط	اکبر
ہرانسان	جاندار ہے	ہرجاندار	جسم ہے
	نتیجہ		
	ہرانسان جسم ہے		

فائدہ: قیاس سے نتیجہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ حداوسط کو دونوں جگہ سے حذف کردو، باقی جو رہے گا وہ نتیجہ ہوگا۔ نقشہ میں دیکھو کہ ''جاندار'' کو جو حداوسط ہے، حذف کردیں تو باقی ''ہرانسان جسم ہے'' رہ جائے گا، اور یہی نتیجہ ہے۔

اس کے بعد یہ سمجھو کہ حداوسط کو اصغر اور اکبر کے پاس ہونے سے جو قیاس کی ہیئت حاصل ہوتی ہے اس کو شکل کہتے ہیں، اور شکلیں کل چار[۱] ہیں۔ اگر حداوسط صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہو تو اس کو شکل اول کہتے ہیں۔ مثال اس کی نقشہ مذکور میں ہے۔ اور حداوسط صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں محمول ہو تو وہ شکل ثانی ہے۔ جیسے: ہرانسان جاندار ہے اور کوئی پتھر جاندار نہیں۔ نتیجہ[۲] اس[۳] کا: کوئی انسان پتھر نہیں ہے۔ اور اگر حداوسط صغریٰ و کبریٰ دونوں میں موضوع ہو تو اس کو شکل

---

۱ سہل طریقہ سے یہ سمجھیے کہ اگر دونوں میں محمول تو ثانی شکل، اور دونوں میں موضوع تو ثالث، اور اگر صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہو تو شکل اول اور پھر اس کا الٹا ہو تو رابع۔　　۲ ان مثالوں میں جو تم نتیجہ مختلف دیکھتے ہو شاید تم اس کی وجہ سوچنے میں حیران ہو تو سمجھ لو کہ اس کا قاعدہ آگے کی کتابوں میں پڑھو گے اس قاعدہ سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ نتیجہ کہاں موجبہ کلیہ ہوتا ہے اور کہاں موجبہ جزئیہ اور کہاں سالبہ کلیہ اور کہاں سالبہ جزئیہ۔

۳ اکثر نتیجہ کم درجہ کا نکلتا ہے، یعنی صغریٰ و کبریٰ میں سے ایک موجبہ ایک سالبہ ہے تو نتیجہ سالبہ آئے گا اور ایک کلیہ اور ایک جزئیہ ہے تو جزئیہ آئے گا اور دونوں موجبہ تو موجبہ ہی اور دونوں کلیہ تو کلیہ ہی آئے گا اسی لئے پہلی شکل کی مثال کا نتیجہ موجبہ کلیہ دوسری کا سالبہ کلیہ تیسری اور چوتھی کا موجبہ جزئیہ ہے۔

ثالث کہتے ہیں۔ جیسے: ہر انسان جاندار ہے اور بعض انسان لکھنے والے ہیں۔ نتیجہ: بعض جاندار لکھنے والے ہیں۔ اور اگر حدِ اوسط صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہو تو وہ شکل رابع ہے۔ جیسے: ہر انسان جاندار ہے اور بعض لکھنے والے انسان ہیں۔ نتیجہ: بعض جاندار لکھنے والے ہیں۔

سوالات

ذیل میں چند قیاس لکھے جاتے ہیں، ان میں اصغر و اکبر و حدِ اوسط و صغریٰ و کبریٰ کو شناخت کرو اور نتائج بھی بیان کرو۔

(۱) ہر انسان ناطق ہے اور ہر ناطق جسم ہے؟

(۲) ہر انسان جاندار ہے اور کوئی جاندار پتھر نہیں؟

(۳) بعض جاندار گھوڑے ہیں اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے؟

(۴) بعض مسلمان نمازی ہیں اور ہر نمازی اللہ کا پیارا ہے؟

(۵) بعض مسلمان ڈاڑھی منڈانے والے ہیں اور کوئی ڈاڑھی منڈانے والا اللہ کو نہیں بھاتا؟

(٦) ہر نمازی سجدہ کرنیوالا ہے اور ہر سجدہ کرنے والا اللہ کا مطیع [۱] ہے؟

سبق ہفتم

قیاس کی قسمیں

قیاس کی دو قسمیں [۲] ہیں: قیاس [۳] استثنائی، قیاس اقترانی۔

---

[۱] فرمانبردار۔ [۲] قیاس میں نتیجہ کا بیان ہونا تو ضروری ہے چاہے پورا کا پورا ایک جگہ ہو اور چاہے جزء، جزء آیا ہو اور چاہے اس کے کسی جزء کی نقیض کی صورت میں اور یہ اس لئے تاکہ وہ انہی صغریٰ و کبریٰ سے لازم بھی آجائے اب اگر پورا کا پورا یا نقیض کی صورت میں مذکور ہو تو وہ قیاس استثنائی ہے اور اگر جزء، جزء ہو کر بیان ہو تو اقترانی ہے۔

[۳] اس میں متبدئین کیلئے ضروری ہے کہ دوسرے عنوان سے اس کی حقیقت سمجھائی جائے پھر متن کے عنوان کو اس پر منطبق کر دیا جائے۔ تو سنو! قیاس استثنائی وہ ہے، جو ایسے دو قضیوں سے مرکب ہو جن میں پہلا شرطیہ ہو، (بقیہ صفحہ: ۴۲)

(بقیہ حاشیہ صفحہ: ۴۱) خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ، پھر منفصلہ میں خواہ حقیقیہ ہو یا مانعۃ الجمع ہو یا مانعۃ الخلو، اور دوسرا قضیہ حملیہ ہو اور لیکن سے شروع ہو اور اس کا مضمون یہ ہو کہ اس میں مقدم کا یا تالی کا اثبات ہو یا مقدم یا تالی کی نفی ہو پس یہ استثنائی کی حقیقت ہے۔ آگے نتیجہ میں تفصیل ہے اگر پہلا قضیہ متصلہ ہو تو اس دوسرے قضیہ میں یا تو مقدم کا اثبات ہوتا ہے اور یا تالی کی نفی۔ اگر اس دوسرے قضیہ میں مقدم کا اثبات ہے تو نتیجہ تالی کا اثبات ہے اور اگر اس دوسرے قضیہ میں تالی کی نفی ہے تو نتیجہ مقدم کی نفی ہے۔ جیسے: یوں کہیں کہ جب سورج نکلے گا دن موجود ہوگا پہلا قضیہ ہے اور شرطیہ متصلہ ہے پھر کہیں کہ: لیکن سورج نکلا ہوا ہے یہ دوسرا قضیہ ہے اور حملیہ ہے اور لیکن سے شروع ہوا ہے اور مضمون اس کا یہ ہے کہ اس میں مقدم کا اثبات ہے تو نتیجہ تالی کا اثبات نکلے گا۔ یعنی نتیجہ یہ ہوگا کہ: دن موجود ہے اس کا نام آگے کی آسانی کیلئے مثال اول بیان کرتا ہوں اس کو یاد رکھیں۔ اور اگر پہلا قضیہ وہی اوپر والا ہے (شرطیہ متصلہ ہے) یعنی جب سورج نکلے گا دن موجود ہوگا اور دوسرا قضیہ یہ کہیں کہ لیکن دن موجود نہیں اس کا مضمون یہ ہے کہ اس میں تالی کی نفی کی گئی ہے تو نتیجہ مقدم کی نفی نکلے گا یعنی نتیجہ یہ ہوگا کہ سورج نکلا ہوا نہیں ہے۔ اس کا نام مثال ثانی رکھتا ہوں۔ اس عنوان سے استثنائی کی حقیقت خوب سمجھ گئے ہوگے۔ کتاب کے متن میں یہی دو مثالیں مذکور ہیں۔ اب کتاب کی تعریف کو منطبق کرتا ہوں یہ تو تم کو معلوم ہوگیا کہ مثال اول میں نتیجہ یہ ہے کہ دن موجود ہے اب دیکھو کہ یہی نتیجہ اس مثال کے قیاس میں مذکور ہے۔ کیونکہ یہ قضیہ اول کی تالی ہے قضیہ میں مذکور ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح اسے سمجھو کہ مثال ثانی میں نتیجہ یہ ہے کہ سورج نکلا ہوا نہیں ہے اب دیکھو کہ اس نتیجہ کی نقیض اس مثال کے قیاس میں مذکور ہے کیونکہ قضیہ اول کا مقدم یہ ہے کہ سورج نکلے گا اور نتیجہ اس کی نقیض ہے (گو روابط بدلے ہوئے ہوں) پس مثال اول میں یہ بات صادق آئی اور اس قیاس میں خود نتیجہ مذکور ہے اور مثال ثانی میں یہ بات صادق آئی کہ اس قیاس میں نتیجہ کی نقیض مذکور ہے پس کتاب میں دوسری کتابوں میں بھی اسی طرح تعریف کر دی گئی کہ قیاس استثنائی وہ ہے جس میں نتیجہ یا نقیضِ نتیجہ مذکور ہو اور مراد یہ ہے کہ نتیجہ یا نقیض نتیجہ پہلے مبتدی اس میں چکراتا ہے کوئی تو نہ سمجھنے سے اور کوئی اس وجہ سے کہ تعریف کا سمجھنا موقوف ہے اس پر کہ اول نتیجہ اس قیاس کا معلوم ہو اور نتیجہ جاننا اس پر موقوف ہے کہ اول اس قیاس کی حقیقت معلوم ہوتا کہ قیاس استثنائی کے نتیجہ نکالنے کے جو قاعدے ہیں ان قاعدوں کے موافق نتیجہ نکال سکے۔ میری توضیح کے بعد اول آسانی سے حقیقت استثنائی کی سمجھ میں آگئی اور کتابوں میں جو تعریف مذکور ہے وہ بھی آسانی سے اس پر منطبق ہوگئی۔ اور جو قیاس ایسا نہ ہو اقترانی ہے۔ جیسے: ہر انسان جاندار ہے اور ہر جاندار جسم ہے اور نتیجہ یہ کہ ہر انسان جسم ہے۔ دیکھو: اس قیاس میں نہ بعینہ نتیجہ مذکور ہے یعنی ہر انسان جسم ہے اور نہ اس کی نقیض مذکور ہے یعنی بعض انسان جسم نہیں۔ سمجھانے کیلئے تو اتنا ہی کافی تھا مگر آگے چل کر کارآمد ہونے کیلئے جس قیاس استثنائی کا پہلا قضیہ منفصلہ ہو اسکے نتائج کی تفصیل بھی بیان کر دیتا ہوں۔ وہ اس طرح ہے کہ دیکھنا چاہیے (بقیہ صفحہ: ۴۳)

قیاس استثنائی: وہ قیاس ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہو اور پہلا قضیہ شرطیہ ہو اور ان دونوں کے

(بقیہ صفحہ:۴۲) کہ وہ قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہے یا مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو، اگر منفصلہ حقیقیہ ہے تو دوسرے قضیہ میں اگر مقدم کا اثبات کیا گیا ہے تو نتیجہ تالی کی نفی ہے اور اگر تالی کا اثبات کیا گیا تو نتیجہ مقدم کی نفی ہے اور اگر دوسرے قضیہ میں مقدم کی نفی کی گئی ہے تو نتیجہ تالی کا اثبات ہے۔ اور اگر تالی کی نفی کی گئی ہے تو نتیجہ مقدم کا اثبات ہے۔

یہ چار صورتیں ہوئیں: پہلی صورت کی مثال عدد یا زوج ہے یا فرد لیکن یہ عدد زوج ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ فرد نہیں۔ (اس کا نام سلسلہ سابقہ سے مثال سوم رکھتا ہوں) دوسری صورت کی مثال عدد زوج ہے یا فرد لیکن یہ عدد فرد ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ زوج نہیں (اس کا نام مثال چہارم رکھتا ہوں)۔ تیسری صورت کی مثال عدد زوج ہے یا فرد لیکن یہ عدد زوج نہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ فرد ہے (اس کا نام مثال پنجم رکھتا ہوں)۔

چوتھی صورت کی مثال عدد زوج ہے یا فرد لیکن فرد نہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ زوج ہوگا (اس کا نام مثال ششم رکھتا ہوں)۔ یہ منفصلہ حقیقیہ کا بیان ہو گیا اور اگر پہلا قضیہ مانعۃ الجمع ہے تو دوسرے قضیہ میں اگر مقدم کا اثبات ہے تو نتیجہ تالی کی نفی ہے اور اگر تالی کا اثبات ہے تو نتیجہ مقدم کی نفی ہے۔ یہ دو صورتیں ہوئیں پہلی صورت کی مثال: شیئ حجر ہے یا شجر لیکن یہ شیئ حجر ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ شجر نہیں (اس کا نام مثال ہفتم رکھتا ہوں) دوسری صورت کی مثال: شیئ یا حجر ہے یا شجر لیکن یہ شیئ شجر ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ حجر نہیں۔ (اس کا نام مثال ہشتم رکھتا ہوں) اور اس میں یہی دو صورتیں نتیجہ دیتی ہیں۔ اور مقدم کی نفی اور تالی کی نفی نتیجہ نہیں دیتی کیونکہ حجر نہ ہونے سے شجر ہونا یا شجر نہ ہونا یا شجر نہ ہونے سے حجر ہونا یا نہ ہونا لازم نہیں اور اگر پہلا قضیہ مانعۃ الخلو ہے تو اس کے نتائج بالکل مانعۃ الخلو کے عکس ہیں یعنی دوسرے قضیہ میں اگر مقدم کی نفی ہے تو نتیجہ تالی کا اثبات ہے اور اگر تالی کی نفی ہے تو نتیجہ مقدم کا اثبات ہے۔ یہ دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت کی مثال: شیئ یا لاحجر ہے یا لاشجر ہے لیکن یہ شیئ لاحجر نہیں ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ لاشجر ہے (اس کا نام مثال نہم رکھتا ہوں)۔ دوسری صورت کی مثال: شیئ یا لاحجر ہے یا لاشجر لیکن یہ شیئ لاشجر نہیں ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ لاحجر ہے (نام اس کا مثال دہم رکھتا ہوں) اور اس میں بھی مثل مانعۃ الجمع کے یہی دو صورتیں نتیجہ دیتی ہیں اور مقدم کا اثبات اور تالی کا اثبات نتیجہ نہیں دیتا کیونکہ لاحجر ہونے سے لاشجر کا ہونا یا نہ ہونا یا لاشجر ہونے سے لاحجر کا ہونا یا نہ ہونا لازم نہیں یہ سب منفصلہ کا بیان ہو گیا۔ اور یہ سب دس کی دس مثالیں قیاس استثنائی کی ہوئیں ان میں سے اول کی دو مثالوں میں تو نتیجہ یا نقیضِ نتیجہ کا قیاس میں مذکور ہونا پہلے بیان ہو چکا تھا اب آخر کی آٹھ مثالوں کو بھی دیکھ لو کہ ان میں بھی یہی بات ہے چنانچہ مثال سوم و چہارم و ہفتم و ہشتم میں نقیضِ نتیجہ قیاس میں مذکور ہے اور مثال پنجم و ششم و نہم و دہم میں نتیجہ مذکور ہے ایک ایک کو ملا کر دیکھ لو۔

درمیان لفظ لیکن آئے اور خود نتیجہ[1] یا نتیجہ کی نقیض اس قیاس میں مذکور ہو۔ جیسے: جب سورج نکلے گا دن موجود ہوگا لیکن سورج موجود ہے پس دن موجود ہے۔ دیکھو: اس قیاس میں نتیجہ بعینہ مذکور ہے۔ جیسے: جب سورج نکلے گا دن موجود ہوگا لیکن دن موجود نہیں ہے پس سورج نہیں ہے۔ دیکھو: اس قیاس میں نتیجہ کی نقیض یعنی سورج نکلے گا مذکور ہے۔

قیاس اقترانی: وہ ہے جس میں حرف لیکن مذکور نہ ہو اور نتیجہ یا نقیضِ نتیجہ بعینہ مذکور نہ ہو۔[2]
جیسے: ہر انسان جاندار ہے اور ہر جاندار جسم ہے، پس ہر انسان جسم ہے۔
دیکھو: اس میں نتیجہ کے اجزا ''انسان'' و ''جسم'' الگ الگ تو قیاس میں مذکور ہیں[3] مگر نتیجہ بعینہ یا اس کی نقیض مذکور نہیں ہے۔ اور نہ اس میں حرف لیکن ہے۔

سبق ہشتم

استقراء اور تمثیل کا بیان

کسی کلی کی جزئیات میں ہماری جستجو کے موافق ہر ہر جزئی میں جب کوئی خاص بات[4] ہم کو ملے پھر اس خاص بات کا حکم ہم اس کلی کے تمام افراد پر کردیں، تو یہ استقرا کہلاتا ہے اگر چہ کوئی جزئی

---

[1] بعینہ نتیجہ کے مذکور ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نتیجہ کے موضوع ومحمول جس ترتیب سے نتیجہ میں ہیں اسی ترتیب سے قیاس میں بلافصل موجود ہوں چاہے نسبت کسی صورت کی ہو۔ جیسے: یہاں دن موجود ہے (نتیجہ صغریٰ میں تالی بن کر دن موجود ہوگا) کی صورت میں ہے اور دوسری مثال میں سورج موجود نہیں ہے نتیجہ اس کی نقیض (سورج موجود ہے صغریٰ میں ''سورج نکلے گا'') کی صورت سے بیان ہے۔ [2] نہ صغریٰ میں نہ کبریٰ میں اور بعینہ نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نتیجہ کے موضوع ومحمول اس ترتیب سے جس ترتیب سے اس میں موجود ہیں نہ ہوں یعنی قریب قریب کہ اس کے موضوع کا محمول وہی نتیجہ والا محمول اور اس کے محمول کا موضوع وہی نتیجہ والا موضوع نہ ہو مگر نتیجہ کے موضوع ومحمول دونوں الگ الگ ہوکر ہوں ضرور اول صغریٰ میں دوسرا کبریٰ میں۔ [3] چنانچہ اصغر یعنی انسان تو صغریٰ میں موضوع ہے اور اس کا محمول نتیجہ والا محمول نہیں بلکہ حد اوسط ہے اور اکبر یعنی جسم کبریٰ میں محمول ہے اور اس کا موضوع نتیجہ والا موضوع نہیں ہے بلکہ حد اوسط ہے۔ [4] کوئی حکم۔

ایسی بھی ہونا ممکن ہو کہ اس میں وہ خاص بات نہ ہو۔ جیسے: ''دہلی کا رہنے والا'' ایک کلّی ہے اس کی جزئیات وہ ہیں جو دہلی میں آدمی رہتے ہیں۔ ان میں ہم نے اپنی جستجو کے مطابق دیکھا کہ ہر ایک میں عقل ہے۔ اس کے بعد سے حکم عقلمند ہونے کا اس کلی کے تمام افراد پر کر دیا اور یہ کہا کہ دہلی کے سب رہنے والے عاقل ہیں۔[1] استقرا یقین کا فائدہ نہیں دیتا اس لئے کہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی دہلی کا رہنے والا ایسا بھی ہو کہ تمہاری تلاش میں نہ آیا ہو اور اس میں عقل نہ ہو یا کسی جزئی خاص میں ہم نے کوئی بات[2] دیکھی پھر ہم نے اس بات کی علت تلاش کی یعنی یہ سوچا کہ یہ بات اس شئے خاص میں کیوں ہے؟ اور سوچنے سے تم کو اس کی وجہ[3] علت مل گئی پھر وہی علت ایک دوسری شئے میں ہم کو ملی تو اس میں بھی ہم نے اس بات کو ثابت کر دیا اس کو تمثیل کہتے ہیں جیسے: شراب کے اندر ہم نے دیکھا کہ یہ حرام ہے تو ہم نے اس کے حرام ہونے کی وجہ سوچی۔ تلاش کرنے سے پتہ چلا کہ اس کی وجہ نشہ ہے۔ پھر یہی نشہ ہم نے دیکھا کہ بھنگ میں بھی ہے۔ تو وہی بات یعنی حرام ہونے کا حکم ہم نے اس پر بھی لگا دیا۔ اب یہاں چار چیزیں ہوئیں۔ ایک وہ شئے جس کے اندر اصل میں وہ بات ہے اس شئے کو اصل اور مقیس علیہ کہتے ہیں۔ دوسری وہ بات جو اصل کے اندر موجود ہے وہ حکم کہلاتا ہے۔ تیسری اس کی وجہ جو ہم نے تلاش کر کے نکالی ہے وہ علت کہلاتی ہے۔ چوتھی شئے وہ جس کے اندر ہم نے علت دیکھی اور حکم اس میں بھی جاری کیا اس کا نام مقیس اور فرع ہے۔ (نقشہ ذیل سے خوب سمجھ لو:)

مقیس علیہ یا اصل	حکم	علت	مقیس یا فرع
شراب	حرام ہونا	نشہ	بھنگ

---

[1] تو اسے استقراء کہیں گے۔　[2] کوئی حکم۔

[3] وہ وجہ جس پر اس حکم ہونے کا مدار ہو اور جس کی وجہ سے ہی یہ حکم ہو رہا ہو۔

تمثیل سے بھی یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جو مقیس علیہ کی علت ہم نے نکالی ہے ممکن [1] ہے وہ اس حکم کی علت [2] نہ ہو۔

سبق نہم

دلیل لمّی اور دلیل انّی

جاننا چاہیے کہ نتیجہ کا علم ہم کو قیاس کے دو قضیوں [3] کے ماننے [4] سے جو ہوتا ہے یہ حدِ اوسط کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دیکھو: ہر انسان جاندار ہے، ہر جاندار جسم والا ہے۔ ان دونوں مقدموں سے ہم کو یہ علم ہوا کہ جسم ہر انسان کیلئے ثابت ہے۔ یہ حدِ اوسط یعنی جاندار کی وجہ [5] سے ہوا۔ ورنہ قیاس میں اس کے سوا کوئی اور شئے ایسی نہیں جس کی وجہ سے ہم کو یہ علم ہو۔

پس معلوم ہوا کہ اکبر (محمول نتیجہ) کا جو اصغر (نتیجہ کے موضوع) کیلئے ثابت ہونا ہم کو معلوم ہوا اس علم کی علت حدِ اوسط ہے۔ پھر جیسے حدِ اوسط ہمارے اس علم کی علت ہے اگر حقیقت میں بھی اکبر کے اصغر کیلئے ثابت ہونیکی علت یہی ہو تو یہ دلیل لمّی ہے۔ جیسے: زمین دھوپ والی ہو رہی ہے اور ہر دھوپ والی شئے روشن ہوتی ہے پس زمین روشن ہے۔ دیکھو: اس مثال میں جیسے دھوپ والی

---

[1] مثلاً کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ غاصب (زبردستی چھین لینے والا) کا بھی ہاتھ کاٹا جائے کیونکہ چور کا ہاتھ کاٹا جانا سب مانتے ہیں اور علت اس کی غیر کا مال بدون رضامندی لینا ہے اور یہ بات غصب میں بھی پائی جاتی ہے تو اس کا حکم بھی یہی (ہاتھ کاٹنا) ہونا چاہیے۔ تو دوسرا شخص اس کو جواب دے گا کہ جو علت مقیس علیہ کی آپ نے نکالی ہے ہم نہیں مانتے کہ وہ اس کی علت ہے۔ بلکہ اسکی علت دوسرے کا مال بدون رضامندی کے خفیہ طور پر لینا ہے اور یہ بات غصب میں نہیں پائی جاتی (کیونکہ وہاں تو کھلم کھلا لیا جاتا ہے)۔ اس لئے غصب میں وہ حکم ہاتھ کاٹنے کا بھی ثابت نہ ہوگا۔

[2] ایسی علت نہ ہو کہ جس پر حکم کا مدار ہو۔ [3] صغریٰ و کبریٰ۔

[4] یعنی چاہے وہ حقیقت میں بھی ہوں چاہے نہ بھی ہوں۔ [5] کیونکہ جسم ہونا جاندار کے واسطے ثابت ہوا اور پھر چونکہ انسان بھی جاندار ہے اور جاندار اس کے واسطے ثابت ہو چکا ہے اس لئے جسم اس کیلئے بھی ثابت ہوا، غرض انسان کیلئے جو جسم ہونا ثابت ہوا تو جاندار ہونے کی وجہ سے ہی ثابت ہوا۔

ہونے سے ہم کو زمین کے روشن ہونیکا علم ہوا اسی طرح حقیقت میں بھی دھوپ والی ہونا روشن ہونیکی علت[1] ہے۔ اور اگر حدِ اوسط صرف ہمارے علم ہی کی علت ہو اور حقیقت میں نہ ہو تو دلیل اِنّی ہے۔ جیسے: یوں کہیں زمین روشن ہے اور ہر روشن شئے دھوپ والی ہے پس زمین دھوپ والی ہے۔ دیکھو: اس مثال میں زمین کی روشنی سے ہم کو اس کے دھوپ والی ہونے کا علم ہوا ہے اور حقیقت میں دھوپ والی ہونے کی علت روشنی نہیں ہے بلکہ برعکس[2] ہے۔

سبق دہم

مادہ قیاس کا بیان

جاننا چاہیے کہ ہر قیاس کی ایک صورت[3] ہے اور ایک مادہ[4] صورت قیاس کی تو اس کی وہ ہیئت ہے جو اسکے مقدمات[5] کے ترتیب دینے سے اور حدِ اوسط کے ملانے سے اس کو حاصل ہوتی ہے[6] اور مادہ قیاس وہ مضامین[7] اور معانی ہیں جو مقدمات[8] قیاس کے ہیں یعنی یہ مقدمات

---

[1] کیونکہ دھوپ کی وجہ سے روشنی ہوتی ہے روشنی کی وجہ سے دھوپ نہیں ہوتی۔　[2] اور دلیل لمی سے کسی مطلوب کا ثابت کرنا تعلیل کہلاتا ہے اور دلیل انی سے کسی مطلوب کا ثابت کرنا استدلال کہلاتا ہے۔ اب میں آسان کر کے سمجھاتا ہوں کہ دلیل لِمّی کا خلاصہ کسی حکم کا اس کی علت واقعہ سے ثابت کرنا ہے اور دلیل اِنّی کا حاصل کسی حکم کا اسکی علامت سے ثابت کرنا ہے مثال: متن سے زیادہ واضح اور آسان مثال سمجھو: آگ علت ہے دھوئیں کی اور دھواں علامت ہے۔ اگر تم نے آگ بھٹی میں جلتی دیکھی جس کا دھواں نل کے ذریعے سے اوپر سے نکل رہا ہے اور تم نے دھواں نہیں دیکھا اور یوں کہا کہ آگ موجود ہے اور جب آگ موجود ہوگی، دھواں موجود ہوگا پس یہاں بھی دھواں موجود ہے یہ دلیل لِمّی ہے اور اگر تم نے نل کے سرے سے دھواں نکلتا ہوا دیکھا اور آگ نہیں دیکھی اور یوں کہا کہ دھواں موجود ہے اور جب دھواں موجود ہوگا، آگ بھی موجود ہوگی پس یہاں بھی آگ موجود ہے یہ دلیل انی ہے۔　[3] موجودہ ہیئت۔
[4] جس سے کوئی چیز بن سکے یعنی اجزا۔　[5] صغریٰ کے پہلے اور کبریٰ کے بعد میں ہونے اور حدِ اوسط محمول و موضوع ہونے کے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔　[6] جسکا بیان سبقِ ششم صفحہ ۳۹ میں ہو چکا ہے۔
[7] الفاظ نہیں کیونکہ مقصود معانی ہی ہیں اور کبھی کبھی مجازی معنی سے الفاظ کو بھی کہہ دیتے ہیں۔　[8] صغریٰ و کبریٰ۔

[1] یقینی ہیں یا ظنی وغیرہ ہیں۔

پس قیاس کی باعتبار مادہ کے پانچ قسمیں ہیں اوران کو صناعات خمس کہتے ہیں:

قیاس برہانی، قیاس جدلی، قیاس خطابی، قیاس شعری، قیاس سفسطی۔

برہان: وہ قیاس ہے جو مقدماتِ یقینیہ سے مرکب ہو خواہ وہ مقدمات بدیہی ہوں یا نظری جیسے: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ہر اللہ کا رسول واجب الاطاعت ہے۔ پس محمد ﷺ واجب الاطاعت[2] ہیں۔

بدیہیات کی چھ قسمیں ہیں:

اولیات، فطریات، حدسیات، مشاہدات، تجربیات، متواترات۔

اولیات: وہ قضیے ہیں کہ موضوع ومحمول کے صرف ذہن میں آنے سے عقل ان کو تسلیم کر لے دلیل کی بالکل ضرورت نہ ہو۔ جیسے: کل اپنے جزء سے بڑا ہوتا ہے۔

فطریات: وہ قضیے ہیں کہ جب وہ ذہن میں آئیں تو ان کی دلیل ذہن سے غائب نہیں ہوتی جیسے: چار جفت ہے اور تین طاق ہے۔ دیکھو: اس قضیہ میں چار کے جفت ہونے کی دلیل اس کے ساتھ ہی ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسکے دو برابر حصے ہوتے ہیں۔

حدسیات: وہ قضیے ہیں کہ ان کی دلیلوں کی طرف[3] ذہن جائے لیکن صغریٰ وکبریٰ کی ترتیب دینے

---

[1] ہمارے ذہن میں اگر کسی بات کا واقع کے موافق ہونا نہ ہونا برابر ہو تو یہ شک ہے اور اگر ایک زیادہ اور ایک کم ہو تو زیادہ بات ظن اور کم وہم اور اگر واقعہ کے موافق ہونا یا نہ ہونا ایک ہی بات ذہن میں ہو، دوسرے کا خیال بھی نہ ہو تو یہ یقین ہے۔ چونکہ قیاس کے مقدمے تصدیق ہیں اور شک اور وہم تصدیق نہیں ہے جیسا کہ تصدیق کی تعریف کے حاشیہ میں اس کا اشارہ ہوا ہے، اس لئے یہاں شکی اور وہمی کو بیان نہیں کیا جاتا۔

[2] فرمانبرداری یہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں یقینی ہیں

[3] توضیح اس کی یہ ہے کہ مطلوب جو دلیل سے حاصل ہوتا ہے اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ کبھی تو سوچنے سے دلیل ذہن میں آتی ہے اور اس سوچنے کی صورت اس طرح ہے کہ اس میں ذہن ایک بار تو دلیل ڈھونڈنے کیلئے چلتا ہے اور جب اس کو کچھ دلیل مل جاتی ہے تو اس دلیل کو درست اور مرتب کرتا ہے، یعنی اول مطلوب مجملاً ذہن میں آیا، (بقیہ صفحہ: ۴۹)

کی ضرورت نہ پڑے۔ جیسے: کسی مفتی کامل سے پوچھا کہ چوہا کنویں میں گر پڑا، کتنے ڈول نکالیں؟ اور وہ فوراً جواب دے کہ تیس ڈول نکالنا واجب ہے۔ تو یہ قضیہ کہ تیس ڈول نکالنا واجب ہے حدسی ہے کہ اس مفتی کا ذہن دلیل کی طرف گیا لیکن صغریٰ و کبریٰ ملانے کی ضرورت نہیں پڑی۔

مشاہدات: وہ قضایا ہیں کہ جن میں حکم حواس ظاہری[۱] یا باطنی[۲] کے ذریعہ سے کیا جائے۔ جیسے: سورج روشن ہے۔ آنکھ کے ذریعہ سے اس میں حکم روشن ہونیکا کیا گیا ہے اور جیسے ہم کو بھوک یا پیاس لگتی ہے اس میں باطنی حواس کے ذریعہ سے حکم کیا گیا ہے۔

تجربیات: وہ قضیے ہیں کہ کئی مرتبہ ایک بات مشاہدہ کر کے عقل اس میں حکم کرے۔ جیسے: گلِ بنفشہ کو تم نے کئی مرتبہ دیکھا کہ زکام میں فائدہ کرتا ہے۔ تو کلی حکم کر دیا کہ گلِ بنفشہ زکام کیلئے فائدہ مند ہے۔

متواترات: وہ قضیے ہیں کہ ان کے یقینی ہونے کا حکم ایسی جماعت کے کہنے اور متفرق[۳] خبروں سے کیا گیا ہو کہ ان سب خبروں کو جھوٹ نہ کہہ سکتے ہوں۔ جیسے یہ قضیہ: کلکتہ ایک بڑا شہر ہے اس کا یقینی ہونا ہم کو ایسی خبروں سے معلوم ہے کہ ان خبروں کو ہم جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ: ۴۸) پھر اس سے دلیل کی طرف ذہن کو حرکت ہوئی پھر دلیل کو درست کر کے اس دلیل سے مطلوب کی طرف جانے کی ایک حرکت ہوئی اور یہ دونوں حرکتیں آہستہ آہستہ ہوتی ہیں اس کا نام فکر ہے۔ اور کبھی حصول تو ہوا دلیل سے مگر اس دلیل میں سوچنے کی ضرورت نہیں ہوئی فوراً دلیل بھی ذہن میں آگئی اور اس دلیل سے مطلوب بھی فوراً ذہن میں آگیا پس انتقال تو ذہن کو یہاں بھی دوبارہ ہوا (كما صرح به المحقق الطّوسي في شرح الإشارات كذا في المرآت) جیسا کہ محقق طوسی نے اپنی کتاب شرح الاشارات میں اس کی صراحت کی ہے اسی طرح المرآت میں بھی ہے۔ مگر دفعتاً ہوا اس کو حدس کہتے ہیں۔ جیسے: بعض ذھین ترین افراد باریک باتوں کو فوراً عقل سے سمجھ جاتے ہیں۔ پس حدس میں مطلوب دلیل عقلی ہی سے ثابت ہوتا ہے اس لئے نقل اس کی مثال میں تسامح ہے یہ مسئلہ خطابیات سے ہے۔

[۱] اول کو حسیات دوسرے کو وجدانیات کہتے ہیں۔ [۲] حواس ظاہرہ و باطنہ میں سے کسی ایک سے محسوس کر کے۔

[۳] یعنی اس تعداد میں ہوں کہ سب کا جھوٹا ہونا عقل کے نزدیک محال ہو۔

قیاس جدلی: وہ قیاس ہے جو مقدمات مشہورہ یا کسی فریق کے مانے ہوئے مقدمات سے بنا ہو خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط۔ جیسے: ہندوؤں کا قول ہے کہ جاندار کا ذبح کرنا برا ہے اور ہر برا کام واجب الترک ہے پس جاندار کا ذبح کرنا واجب الترک ہے۔

قیاس خطابی: وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو کہ ان سے غالب گمان صحیح ہونے کا ہو۔ جیسے: زراعت نفع کی شئے ہے اور ہر نفع کی شئے اپنانے کے قابل ہے پس زراعت اپنانے کے قابل ہے۔

قیاس شعری: وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جن کا منشا خیالِ محض ہو خواہ واقع میں صادق ہوں یا کاذب۔ جیسے: زید چاند ہے اور ہر چاند روشن ہے پس زید روشن ہے۔

قیاس سفسطی: وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو محض وہمی اور جھوٹے ہیں۔ جیسے: ہر موجود شئے اشارہ کے قابل ہے اور جو اشارہ کے قابل ہے جسم والا ہے پس ہر موجود جسم والا ہے۔ یا جیسے گھوڑے کی تصویر کی نسبت کہیں یہ گھوڑا ہے اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے پس یہ بھی ہنہنانے والا ہے۔ معتبر ان میں سے برہان[1] ہے۔ (فقط)

فہرست سابقہ اصطلاحات[2] واجب الحفظ

قیاس، اقترانی، استثنائی، اصغر، اکبر، مقدمہ، صغریٰ، کبریٰ،

---

[1] یعنی مفید یقین کو برہان ہے اور بقیہ بعضے مفید ظن کو ہیں اور بعضے نہ یقین کو مفید نہ ظن کو۔ قد تمت الحواشي على تيسير المنطق المسماة تسيير المنطق في الرابع عشر من جمادى الاولىٰ ۱۳۳۹ھ محمد اشرف علي تهانويؒ.

[2] ان سب اصطلاحوں کو ایک دوسرے سے پوچھ کر خوب یاد کر لینا چاہیے۔ ان کے یاد کر لینے سے منطق کی حقیقت سمجھ میں آ جائیگی۔ جميل احمد تهانوي صبح ۱۱ صفر، ۱۳۵۱ھ وكان الشروع في صباح ۱۰ صفر، مع شغل الدرس في مدرسة مظاهر العلوم سهارنفور، فيارب و فقني لرضاك!

حدِ اوسط، شکل اول، شکل ثانی، شکل ثالث، شکل رابع، استقرا، تمثیل، دلیل لِمّی، دلیل اِنّی، برہان، اولیات، فطریات، حدسیات، مشاہدات، تجربیات، متواترات، قیاس جدلی، قیاس خطابی، قیاس شعری، قیاس سفسطی۔

تصورات کی بحث کے ختم پر (۵۴) الفاظ مصطلحہ اور قضایا کی بحث کے خاتمہ پر (۳۷) اور آخر رسالہ میں (۲۸) اصطلاحیں یہ کل (۱۱۹) اصطلاحات ہوگئیں، ان کو حفظ کرلو۔

ان شاء اللہ منطق کی کتابیں آسان ہوجائیں گی۔

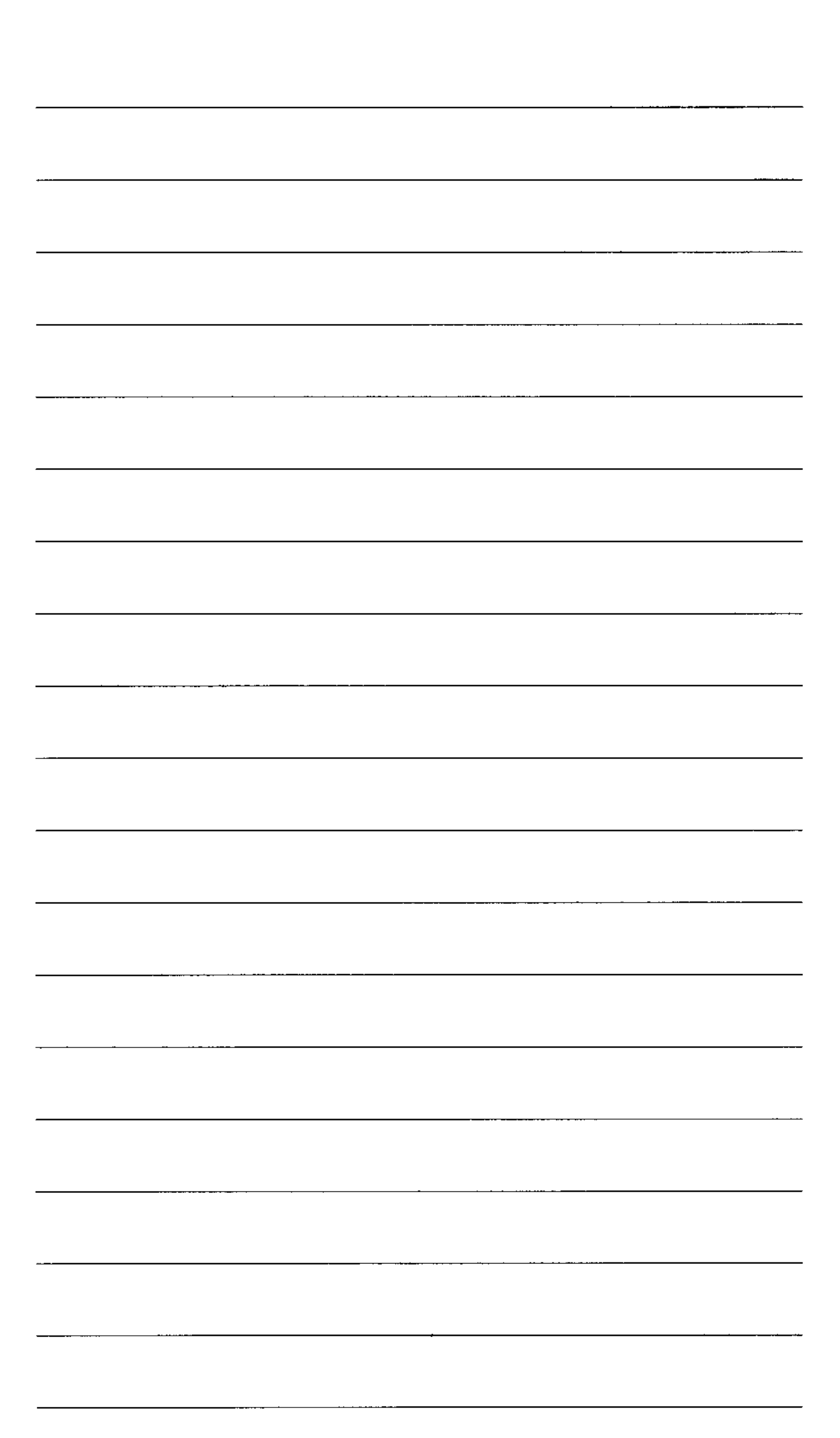
واللّٰہُ الموفّق وھو یھدی السَّبیل

احقر

محمد عبداللہ

(بقیہ صفحہ: ۱۷) توضیح: حقیقت اور ماہیت کی ایک تعریف اس قول کی بنا پر کہ جس میں حقیقت اور ماہیت کو مترادف کہا گیا ہے، ورنہ ماہیت اس چیز کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے افراد کی ایک بڑی تعداد ایک لفظ کے تحت داخل ہوجاتی ہے اور وہ چیز جس کی وجہ سے یہ افراد ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اُسے حقیقت کہا جاتا ہے۔

یادداشت



من منشورات مكتبة البشرى

الكتب العربية

الكتب المطبوعة

(ملونة، مجلدة)

الهداية (٨ مجلدات)	منتخب الحسامي
الصحيح لمسلم (٧ مجلدات)	نور الإيضاح
مشكاة المصابيح (٤ مجلدات)	أصول الشاشي
نور الأنوار (مجلدين)	نفحة العرب
تيسير مصطلح الحديث	شرح العقائد
كنز الدقائق (٣ مجلدات)	تعريب علم الصيغة
التبيان في علوم القرآن	مختصر القدوري
مختصر المعاني (مجلدين)	شرح تهذيب
تفسير الجلالين (٣ مجلدات)	

(ملونة كرتون مقوي)

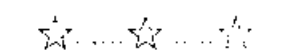
متن العقيدة الطحاوية	زاد الطالبين
هداية النحو (مع الخلاصة)	المرقات
هداية النحو (المتداول)	الكافية
شرح مائة عامل	شرح تهذيب
دروس البلاغة	السراجي
شرح عقود رسم المفتي	إيساغوجي
البلاغة الواضحة	الفوز الكبير

كتب تحت الطباعة

(ستطبع قريبا بعون الله تعالى)

(ملونة، مجلدة)

المقامات للحريري	عوامل النحو
التفسير للبيضاوي	الموطأ للإمام مالك
الموطأ للإمام محمد	قطبي
المسند للإمام الأعظم	ديوان الحماسة
تلخيص المفتاح	الجامع للترمذي
المعلقات السبع	الهدية السعيدية
ديوان المتنبي	شرح الجامي
التوضيح والتلويح	



Books In Other Languages

English Books

Tafsir-e-Uthmani (Vol. 1, 2, 3)
Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)
Key Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)
Al-Hizbul Azam (Large) (H. Binding)
Al-Hizbul Azam (Small) (Card Cover)
Secret of Salah

Other Languages

Riyad Us Saliheen (Spanish) (H. Binding)
Fazail-e-Aamal (Germon) (H. Binding)

To be published Shortly Insha Allah

Al-Hizbul Azam (French) (Coloured)

مکتبۃ البشریٰ کی مطبوعات

اردو کتب

مطبوعہ کتب

(رنگین مجلد)

لسان القرآن (اول، دوم، سوم)
تعلیم الاسلام (مکمل)
خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
بہشتی زیور (۳ حصے)
الحزب الاعظم (ماہانہ ترتیب پر)
تفسیر عثمانی (۲ جلد)
خطبات الاحکام لجمعات العام

رنگین کارڈ کور

الحزب الاعظم (جیبی) ماہانہ ترتیب پر
تیسیر المنطق
الحجامۃ (پچھنا لگانا) جدید ایڈیشن
علم النحو
علم الصرف (اولین وآخرین)
جمال القرآن
عربی صفوۃ المصادر
سیر الصحابیات
عربی کا آسان قاعدہ
تسہیل المبتدی
فارسی کا آسان قاعدہ
فوائد مکیہ
عربی کا معلم (اول، دوم)
بہشتی گوہر
خیر الاصول فی حدیث الرسول
تاریخ اسلام
روضۃ الادب
زاد السعید
آداب المعاشرت
تعلیم الدین
حیاۃ المسلمین
جزاء الاعمال
تعلیم الاسلام (مکمل)
جوامع الکلم

مجلد/ کارڈ کور

فضائل اعمال
منتخب احادیث
مفتاح لسان القرآن (اول، دوم، سوم)
اکرام مسلم

☆ ☆ ☆

زیر طبع کتب

حصن حصین
تعلیم العقائد
آسان اصول فقہ
فضائل حج
عربی کا معلم (سوم، چہارم)
معلم الحجاج